دینیات

درجہ نہم

दीनीयात

कक्षा ९

حکومت نیپال

وزارت تعلیم، سائنس وٹیکنالوجی

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

سانوٹھیمی، بھکت پور

दिनियात

कक्षा ९

नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

प्रकाशक : नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

© सर्वाधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

यस पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी सम्पूर्ण अधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र सानोठिमी, भक्तपुरमा निहित रहेको छ । पाठ्यक्रम विकास केन्द्रको लिखित स्वीकृतिबिना व्यापारिक प्रयोजनका लागि यसको पूरै वा आंशिक भाग हुबहु प्रकाशन गर्न, परिवर्तन गरेर प्रकाशन गर्न, कुनै विद्युतीय साधन वा अन्य प्रविधिबाट रेकर्ड गर्न र प्रतिलिपि निकाल्न पाइने छैन ।

प्रथम संस्करण : वि.सं. २०८१

मुद्रण :

मूल्य :

पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी पाठकहरूका कुनै पनि प्रकारका सुझावहरू भएमा पाठ्यक्रम विकास केन्द्र, समन्वय तथा तथा प्रकाशन शाखामा पठाइदिनुहुन अनुरोध छ । पाठकबाट आउने सुझावहरूलाई केन्द्र हार्दिक स्वागत गर्दछ ।

हाम्रो भनाइ

विद्यालय तहको शिक्षालाई उद्देश्यमूलक, व्यावहारिक, समसामयिक र रोजगारमूलक बनाउन विभिन्न समयमा पाठ्यक्रम, पाठ्यपुस्तक विकास, परिमार्जन तथा अनुकूलन गर्ने कार्यलाई निरन्तरता दिइँदै आइएको छ । विद्यार्थीमा राष्ट्र तथा राष्ट्रियताप्रति एकताको भावना उत्पन्न गराई नैतिकता, अनुशासन र स्वावलम्बन जस्ता सामाजिक एवं चारित्रिक गुणको विकास गराइन्छ । आधारभूत भाषिक सिपको विकास गरी विज्ञान, सूचना प्रविधि, वातावरण र स्वास्थ्यसम्बन्धी आधारभूत ज्ञानको विकास गराइन्छ । जीवनोपयोगी सिपका माध्यमले कला सौन्दर्यप्रति अभिरुचि जगाउनु, सिर्जनशील सिपको विकास गराउनु र विभिन्न जातजाति, लिङ्ग, धर्म, भाषा, संस्कृतिप्रति समभाव जगाई सामाजिक मूल्य मान्यताप्रतिको सहयोगात्मक र जिम्मेवारीपूर्ण आचरण विकास गर्नु आजको आवश्यकता बनेको छ । यही आवश्यकता पूर्तिका लागि शिक्षासम्बन्धी विभिन्न आयोगका सुझाव, शिक्षक तथा अभिभावकलगायत शिक्षासंग सम्बद्ध विभिन्न व्यक्ति सम्मिलित गोष्ठी र अन्तरक्रियाका निष्कर्षबाट विकास गरिएको मदरसा शिक्षा पाठ्यक्रमको स्वीकृत संरचनाअनुसार यो पाठ्यपुस्तक मदरसा शिक्षातर्फको कक्षा ९ को दिनियात विषय विकास गरिएको छ ।

माध्यमिक तहअन्तर्गतका बालबालिका सीमित शब्द र छोटो वाक्य तथा पाठ बुझ्न र प्रयोग गर्न सक्छन् । उनीहरूका लागि स्थानीय परिवेशका प्रसङ्ग, चित्र, शब्द, वाक्य तथा पाठहरूले मनोरञ्जनात्मक सिकाइमा सहयोग गर्छन् । सिकाइमा अभ्यासको अत्यन्त ठुलो महत्त्व हुन्छ । मदरसा शिक्षातर्फको कक्षा ९ को दिनियात विषयको पाठ्यपुस्तकको लेखन तथा परिमार्जन कार्यमा यिनै कुरालाई दृष्टिगत गरी पाठ्यवस्तु, अभ्यास र तिनको क्रम, चित्रको संयोजन र भाषिक सिपको उचित संयोजन गर्ने प्रयत्न गरिएको छ । यस पाठ्यपुस्तकको लेखन तथा सम्पादन नजरुल हुसेनबाट भएको हो । यसको विकास कार्यमा इमनारायण श्रेष्ठ, शेख अलि मञ्जर, सन्जुर मन्सुरी, नुरुल होदा अन्सारी, शालिकराम भुसाल, वासुदेव वस्ती, नारदप्रसाद धमला, कुलदिप जङ्गबहादुर गुरुङलगायतको विशेष योगदान रहेको छ । यो पाठ्यपुस्तकको विकासमा संलग्न सबैलाई पाठ्यक्रम विकास केन्द्र धन्यवाद प्रकट गर्दछ ।

पाठ्यपुस्तकलाई शिक्षण सिकाइको महत्त्वपूर्ण साधनका रूपमा लिइन्छ । अनुभवी मौलनाहरू र जिज्ञासु विद्यार्थीले पाठ्यक्रमद्वारा लक्षित सिकाइ उपलब्धिलाई विविध स्रोत र साधनको प्रयोग गरी अध्ययन अध्यापन गर्न सकिन्छ । यस पाठ्यपुस्तकलाई सकेसम्म क्रियाकलापमुखी र रुचिकर बनाउने प्रयत्न गरिएको छ तथापि अझै भाषाशैली, विषयवस्तु तथा प्रस्तुति र चित्राङ्कनका दृष्टिले कमीकमजोरी रहेका हुन सक्छन् । तिनको सुधारका लागि मौलना, शिक्षक, विद्यार्थी, अभिभावक, बुद्धिजीवी एवम् सम्पूर्ण सरोकारवालाहरूको समेत महत्त्वपूर्ण भूमिका रहने हुँदा सम्बद्ध सबैको रचनात्मक सुझावका लागि पाठ्यक्रम विकास केन्द्र हार्दिक अनुरोध गर्दछ ।

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

حق طباعت: جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ
نام کتاب: دینیات
درجہ: نہم
مؤلف:
صفحات:
اشاعت: ۲۰۷۸ بکرم سمبت
ناشر: مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

عرض ناشر

حکومت نیپال کی شمولیت اور تعلیم سب کے لیے کی پالیسی کے مطابق وزارت تعلیم کے تحت مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانوٹھیمی، بھکت پور نے مدارس اسلامیہ کے لیے درجہ دوازدھم تک کا نصاب تعلیم تیار کیا ہے۔ جس میں دینیات کو نمایاں مقام دیا گیا ہے، تاکہ اس کی مدد سے ابتدائی درجات کے بچوں کو قلیل مدت میں عقائد، عبادات، سیرت النبی ﷺ، سیرت انبیاء وصلحا، اخلاق وعبادات اور معاشرتی آداب وغیرہ سے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی جاسکیں اور مضامین کا بار بڑھائے بغیر عام فہم اور دل نشیں انداز میں دین کے تمام پہلوؤں کا سادہ مگر واضح تصور دلایا جاسکے۔

مروجہ درسیات کے ذریعہ ایک ہی عقیدے اور مذہب کی تعلیم، نیز مشرکانہ عقائد اور غیر اسلامی تصورات کی ترویج واشاعت اور ملکی ماحول نے اس ضرورت کا احساس اور شدید کر دیا ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے دینیات کا سیٹ تیار کیا جارہا ہے۔ جس کی درجہ نہم کے لیے لکھی گئی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سیٹ کی خصوصیات:

۱۔ زبان نہایت سادہ، سلیس اور طرز بیان عام فہم اور دل نشیں ہے۔

۲۔ بچوں کی نفسیات اور دلچسپیوں کا پورا پورا لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔ دین کا ایک جامع تصور پیش کیا گیا ہے اور ہر پہلو سے متعلق بتدریج معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۴۔ جزوی اختلافات کو حتی الامکان نظر انداز کر کے بنیادی اور متفق علیہ باتیں پیش کی گئی ہیں، تا کہ طلبہ کے ذہن میں انتشار پیدا نہ ہو۔ استاد حسب ضرورت طلبہ کے مسلک کے مطابق رہنمائی کر دیں۔

اس کو مزید بہتر اور مفید بنانے کے لیے تمام اہل علم سے آراء اور مشوروں کی امید رکھتے ہیں۔

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانوٹھیمی، بھکت پور

فہرست مضامین

نمبرشمار	عناوین	صفحہ
(۱)	حمد	۷
(۲)	نعت	۱۱
(۳)	سورہ المدثر	۱۶
(۴)	سورہ القیامۃ	۳۷
(۵)	قرآن کا تعارف	۵۴
(۶)	قرآن کے امتیازات	۶۵
(۷)	امام نوویؒ	۷۸

(۸)	حدیث کی اہمیت	۸۶
(۹)	احادیث مع ترجمہ	۹۸
(۱۰)	نمازِ جمعہ	۱۱۶
(۱۱)	خطبۂ جمعہ	۱۲۳
(۱۲)	عیدین کی نماز	۱۲۹
(۱۳)	صدقۂ الفطر	۱۳۷
(۱۴)	قربانی	۱۴۲
(۱۵)	لباس	۱۴۸
(۱۶)	تجارت	۱۶۱
(۱۷)	زراعت	۱۶۹

سبق(۱)

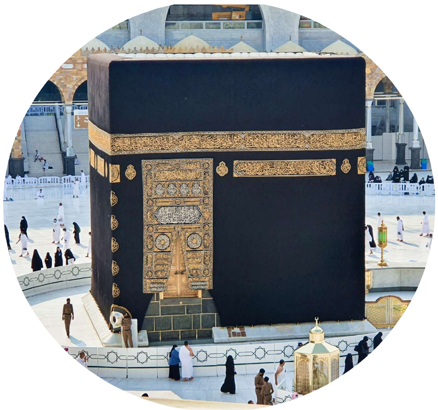

حمد

دھوپ بھی اور چھاؤں بھی اے آدمی! دیتا ہے کون؟
کیا کبھی سوچا کہ غم دیتا، خوشی دیتا ہے کون؟

اے معزز ہوش مندو!زیرکو!دانش ورو!
ہوش مندی،زیرکی،دانش وری دیتا ہے کون؟

کون کرتا ہے عنایت،طبعِ موزوں و رواں
شاعروں کو ذوق شعر و شاعری دیتا ہے کون؟

کون اپنی حمد کی توفیق دیتا ہے مجھے؟
حمد کے شایانِ شاں الفاظ بھی دیتا ہے کون؟

سوچتا رہتا ہوں سن کر پنچھیوں کے چہچہے
''بے زبانوں'' کو یہ لے، یہ نغمگی دیتا ہے کون؟
حکم سے کس کے مسلسل رقص میں ہے یہ زمیں
وقت کو پوشاک صبح و شام کی دیتا ہے کون؟
کون حور صبح کو دیتا ہے جھومر، مہر کا
شب کو تاروں کی جھمکتی اوڑھنی دیتا ہے کون؟
جگنوؤں کو، کون پہناتا ہے نورانی لباس
سات رنگوں کی ''دھنک'' کو چونری دیتا ہے کون؟
یہ ستارے، یہ گل و لالہ، یہ چنچل تتلیاں
ان حسینوں کو ادائے دلبری دیتا ہے کون؟
ہیں تو سب چہرے، مگر اک دوسرے سے مختلف
ہر نئے انسان کو، صورت نئی دیتا ہے کون؟
کون ہے رب دو عالم؟ قُلْ ھُو اللہُ اَحَدٌ
وہ نہیں تو ساز و برگ زندگی دیتا ہے کون؟
پوچھتا ہے کون اے زاہد! مرے اشک الم
میرے ہونٹوں کو مسرت کی ہنسی دیتا ہے کون؟

(علامہ ابوالمجاہد زاہد)

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ دھوپ اور چھاؤں ہمیں کون دیتا ہے؟

۲۔ اس حمد کے لکھنے والے کا نام لکھیں؟

۳۔ اللہ نے شاعروں کو کون کون سی صلاحیتیں عطا کی ہیں؟۔

۴۔ پنچھیوں کے چہچہے سن کر شاعر کیا سوچتا ہے؟

۵۔ صبح وشام کے پوشاک سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۶۔ جھومر کے مہر سے شاعر کیا بتانا چاہتا ہے؟

۷۔ دھنک کی چونری کا کیا مطلب ہے؟

(ب) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

یہ ستارے، یہ............ و لالہ، یہ............ تتلیاں

ان .... کو ادائے .... دیتا ہے کون؟

ہیں تو............ چہرے، مگر اک............ سے مختلف

ہر نئے انسان کو،............ نئی دیتا ہے کون؟

(د) مندرجہ ذیل شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

کون ہے رب دو عالم؟ قُلْ ہُوَ اللہُ اَحَدٌ
وہ نہیں تو سازو برگ زندگی دیتا ہے کون؟

(ہ) ذیل کے اشعار کو مکمل کریں۔

دھوپ بھی اور چھاؤں بھی اے آدمی! دیتا ہے کون؟

....

....

ہوش مندی، زیرکی، دانش وری دیتا ہے کون؟
جگنوؤں کو، کون پہناتا ہے نورانی لباس

....

....

ہدایات:

☆ اساتذہ صحیح تلفظ اور لے کے ساتھ بچوں کو پڑھ کر سنائیں، نیز تمام طلبہ وطالبات سے باری پڑھوائیں اور زبانی یاد کرنے کی ترغیب دیں۔

☆ مشکل الفاظ معنی کے ساتھ کاپی میں لکھوائیں۔

☆ زبانی یاد کرنے کا شوق پیدا کریں۔

سبق(۲)

صلی اللہ علیہ وسلم

میسر ہو اگر ایمان کامل — کہاں کی الجھنیں، کیسے مسائل
نہیں جن میں تمہارا عکس شامل — وہ نقشے ہیں مٹا دینے کے قابل
ثبوتِ عظمتِ انسانیت ہیں — محمد مصطفیٰؐ انسانِ کامل
تمہارا ہر قدم شمعِ ہدایت — تمہارا نقشِ پا تصویرِ منزل
ہزار آزادیوں سے لاکھ بہتر — تمہارے عشق کے طوقِ و سلاسل
تمہارے قولِ فیصل سے ہوئی ہے — نمایاں خیر و شر کی حدِ فاصل
اجازت ہو تو شاہاؐ! پیش کردوں — میرے پہلو میں ہے ٹوٹا ہوا دل

حفیظؔ اس عشقِ احمد کی بدولت

مجھے ہے دولتِ کونین حاصل

(حفیظؔ میرٹھی)

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ ایمان کامل حاصل ہو تو کیا ہوتا ہے؟

۲۔ کونسے نقشے مٹا دینے کے قابل ہیں؟

۳۔ کس کا نقشِ پا سیت صویر منزل ہے؟

۴۔ رسول اللہ ﷺ کے عشق کے طوقِ سلاسل کس سے بہتر ہے؟

۵۔ کس کے قولِ فیصل سے حق و باطل کی حد نمایا ہوئی ہے؟

۶۔ شاعر کو دولتِ کونین حاصل کس چیز کے بدولت ملی ہے؟

۱۰۔ مشہور شاعر حفیظؔ میرٹھی کے بارے میں اپنے استاد سے پوچھ کر لکھیے؟

(ب) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

میسر ...... اگر ایمان ....

کہاں .... کی .... کیسے

.... عظمتِ .... ہیں

...... مصطفیٰ .... کامل

(ج) مندرجہ ذیل شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

نہیں جن میں تمہارا عکس شامل

وہ نقشے ہیں مٹا دینے کے قابل

(د) اس نعت کے چار پسندیدہ اشعار زبانی یاد کر کے لکھیے۔

ہدایات:

☆ اساتذہ صحیح تلفظ اور لے کے ساتھ بچوں کو پڑھ کر سنائیں، نیز تمام طلبہ وطالبات سے باری پڑھوائیں اور زبانی یاد کرنے کی ترغیب دیں۔

☆ مشکل الفاظ معنی کے ساتھ کاپی میں لکھوائیں۔

☆ زبانی یاد کرنے کا شوق پیدا کریں۔

سبق (۳)

سورہ المدثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ(۱) قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ(۲) وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ(۳) وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ(۴) وَ الرُّجْزَ
فَاهْجُرْ ۪ۙ(۵) وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ(۶) وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ(۷) فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ(۸)
فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ(۹) عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (۱۰) ذَرْنِیْ وَ مَنْ خَلَقْتُ
وَحِيْدًا ۙ(۱۱) وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ(۱۲) وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ(۱۳) وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ
تَمْهِيْدًا ۙ(۱۴) ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۗۙ(۱۵) كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ؕ(۱۶) سَاُرْهِقُهٗ
صَعُوْدًا ؕ(۱۷) اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ۙ(۱۸) فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ(۱۹) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ(۲۰) ثُمَّ
نَظَرَ ۙ(۲۱) ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۙ(۲۲) ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۙ(۲۳) فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ

يُؤْثَرُ (۲۴) اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (۲۵) سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ (۲۶) وَ مَآ اَدْرٰكَ مَا
سَقَرُ (۲۷) لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ (۲۸) لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (۲۹) عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (۳۰) وَ مَا
جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ يَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِيْمَانًا وَّ لَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ
الْمُؤْمِنُوْنَ وَ لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا
كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وَ مَا هِيَ
اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (۳۱) كَلَّا وَ الْقَمَرِ (۳۲) وَ الَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (۳۳) وَ الصُّبْحِ اِذَآ
اَسْفَرَ (۳۴) اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ (۳۵) نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ (۳۶) لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ
يَتَاَخَّرَ (۳۷) كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (۳۸) اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (۳۹) فِيْ جَنّٰتٍ
يَّتَسَآءَلُوْنَ (۴۰) عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ (۴۱) مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (۴۲) قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ
الْمُصَلِّيْنَ (۴۳) وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (۴۴) وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ (۴۵) وَ
كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (۴۶) حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ (۴۷) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (۴۸)
فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ (۴۹) كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (۵۰) فَرَّتْ مِنْ
قَسْوَرَةٍ (۵۱) بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً (۵۲) كَلَّا بَلْ لَّا
يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ (۵۳) كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (۵۴) فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (۵۵) وَ مَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (۵۶)

سورہ المدثر

نام

پہلی ہی آیت کے لفظ 'المدثر' کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔ یہ صرف نام ہے، مضامین کا عنوان نہیں ہے۔

زمانہ نزول

اس کی پہلی سات آیات مکہ معظّمہ کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہیں۔ پہلی وحی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، وہ اقرأ باسم ربک الذی خلق سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تک ہے۔ اس پہلی وحی کے بعد کچھ مدت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، پھر اس وقفے کے بعد جب از سر نو نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اُس کا آغاز سورہ مدثر کی انہیں آیات سے ہوا تھا۔ امام زہری خود حضرت جابر بن عبداللہ ہی کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فترۃ الوحی (وحی بند رہنے

کے زمانے) کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا: ایک روز میں راستے سے گزر رہا تھا۔ یکا یک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں یہ دیکھ کر سخت دہشت زدہ ہوگیا اور گھر پہنچ کر میں نے کہا، مجھے اُڑھاؤ، مجھے اُڑھاؤ۔ چنانچہ گھر والوں نے مجھ پر لحاف (یا کمبل) اُڑھا دیا۔ اُس وقت اللہ نے وحی نازل کی: یَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّر پھر لگا تار مجھ پر وحی کا نزول شروع ہوگیا۔ سورت کا باقی حصہ آیت ۸ سے آخر تک اس وقت نازل ہوا جب اسلام کی علانیہ تبلیغ شروع ہوجانے کے بعد مکہ میں پہلی مرتبہ حج کا موقع آیا۔

موضوع اور مضمون

سورہ العلق کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول کے بعد کچھ دنوں تک وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ جب دوبارہ نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اس سورہ کی ابتدائی سات آیتیں نازل کی گئیں اور ان میں پہلی مرتبہ آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اٹھیں اور خلق خدا کو اُس روش کے انجام سے ڈرائیں جس پر وہ چل رہی ہے، اور اس دنیا میں، جہاں دوسروں کی بڑائی کے ڈنکے بج رہے ہیں، خدا کی بڑائی کا اعلان کریں۔ اس کے ساتھ آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ اب جو کام آپ کو کرنا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی زندگی ہر لحاظ سے انتہائی پاکیزہ ہو اور آپ کامل اخلاص کے ساتھ خلق خدا کی اصلاح کا فریضہ انجام دیں۔ پھر آخری فقرے میں آپ کو تلقین کی گئی کہ اس فریضے کی انجام دہی میں جو مشکلات اور مصائب بھی پیش آئیں، ان پر آپ اپنے رب کی خاطر صبر کریں۔

آیت ۸ سے ۱۰ تک منکرین حق کو خبردار کیا گیا ہے کہ آج جو کچھ وہ کر رہے ہیں، اس کا برا انجام

وہ قیامت کے روز دیکھ لیں گے۔ آیت ۱۱ سے ۲۶ تک ولید بن مغیرہ کا نام لیے بغیر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو کیا کچھ نعمتیں دی تھیں اور اُن کا جواب اس نے کیسی حق دشمنی کے ساتھ دیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ایمان لانے سے باز رہا، بلکہ کافی دیر تک اپنے ضمیر سے لڑنے جھگڑنے کے بعد آخر کار یہ بات بنا کر لایا کہ خلقِ خدا کو اس کلام پر ایمان لانے سے باز رکھنے کے لیے اسے جادو قرار دینا چاہیے۔ اس کے بعد آیت ۲۷ سے ۴۸ تک دوزخ کی ہولناکیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کس اخلاق اور کردار کے لوگ اس کے مستحق ہیں۔ پھر آیات ۴۹-۵۳ میں کفار کے مرض کی اصل جڑ بتا دی گئی ہے کہ وہ چونکہ آخرت سے بے خوف ہیں اور اسی دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، آخر میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ خدا کو کسی کے ایمان کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن ایک عام نصیحت ہے جو سب کے سامنے پیش کر دی گئی ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے۔ خدا اس کا مستحق ہے کہ لوگ اُس کی نافرمانی سے ڈریں، اور اسی کی یہ شان ہے کہ جو شخص بھی تقویٰ اور خدا ترسی کا رویہ اختیار کر لے، اسے وہ معاف کر دیتا ہے، خواہ وہ پہلے کتنی ہی نافرمانیاں کر چکا ہو۔

ترجمہ

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے[1] والے (۱) اُٹھو اور خبردار[2] کرو۔ (۲) اور اپنے ربّ کی بڑائی[3] کا اعلان کرو۔ (۳) اور اپنے کپڑے پاک[4] رکھو۔ (۴) اور گندگی[5] سے دُور رہو۔ (۵) اور احسان[6] نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لیے۔ (۶) اور اپنے ربّ کی خاطر صبر[7] کرو۔ (۷) اچھا، جب صُور میں پھُونک ماری جائے

گی، وہ دن بڑا ہی سخت[۸] دن ہوگا۔(۸) کافروں کے لیے ہلکا[۹] نہ ہوگا۔(۹) چھوڑ دو مجھے اور اُس شخص[۱۰] کو(۱۰) جسے میں نے اکیلا[۱۱] پیدا کیا، (۱۱) بہت سامال اُس کو دیا، اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے[۱۲] دیے، (۱۲) اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دُوں[۱۳]۔(۱۳) ہرگز نہیں، وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔ میں تو اسے عنقریب ایک کٹھن چڑھائی چڑھواوں گا۔ اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی، تو خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ ہاں، خدا کی مار اُس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر (لوگوں کی طرف) دیکھا۔ پھر پیشانی سکیڑی اور مُنہ بنایا۔ پھر پلٹا اور تکبُّر میں پڑ گیا۔ آخر کار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادُو جو پہلے سے چلا آ رہا ہے، یہ تو ایک انسانی کلام[۱۴] ہے۔(۱۴) عنقریب میں اسے سقر (دوزخ) میں جھونک دوں گا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ سقر؟ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے[۱۵]۔(۱۵) کھال جُھلس[۱۶] دینے والی۔(۱۶) اُنّیس کارکن اُس پر مقرر ہیں (۱۷) ہم[۱۷] نے دوزخ کے یہ کارکن فرشتے[۱۸] بنائے ہیں، (۱۸) اور ان کی تعداد کو کافروں[۱۹] کے لیے فتنہ بنا دیا ہے، (۱۹) تاکہ اہلِ کتاب کو یقین آ جائے (۲۰) اور ایمان لانے والوں کا ایمان بڑھے[۲۰]، اور اہلِ کتاب اور مومنین کسی شک میں نہ رہیں، اور دل[۲۱] کے بیمار (۲۱) اور کفّار یہ کہیں کہ بھلا اللہ کا اِس عجیب بات سے کیا مطلب[۲۲] ہوسکتا ہے۔(۲۳) اِس طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش[۲۳] دیتا ہے۔(۲۴) اور تیرے ربّ کے لشکروں کو خود اُس کے سوا کوئی[۲۴] نہیں جانتا (۲۴) اور اس دوزخ کا ذکر اِس کے سوا کسی غرض کے لیے نہیں کیا گیا کہ لوگوں کو اس سے نصیحت[۲۵] ہو۔(۲۶) ہرگز نہیں[۲۶]، (۲۷) قسم ہے چاند کی، اور رات کی جبکہ وہ پلٹتی

ہے، اور صبح کی جبکہ وہ روشن ہوتی ہے، یہ دوزخ [27] بھی بڑی چیزوں میں سے ایک ہے، (۳۵) انسانوں کے لیے ڈراوا، تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے ڈراوا جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے [28] رہ جانا چاہے۔ (۳۷) ہر متنفّس اپنے کسب [29] کے بدلے رہن ہے، (۳۸) دائیں بازو والوں [30] کے سوا، (۳۹) جو جنّتوں میں ہوں گے۔ وہاں وہ مجرموں [31] سے پوچھیں گے (۴۱) 'تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟' وہ کہیں گے 'ہم نماز [32] پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، (۴۳) اور مسکین کو کھانا [33] نہیں کھلاتے تھے، (۴۴) اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے۔ اور روزِ جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اُس یقینی چیز سے سابقہ [34] پیش آ گیا۔ (۴۷) اُس وقت سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے کسی کام [35] نہ آئے گی۔ (۴۸) آخر اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ اِس نصیحت سے مُنہ موڑ رہے ہیں گویا یہ جنگلی گدھے [36] ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں۔ (۵۱) بلکہ اِن میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اُس کے نام کھلے خط [37] بھیجے جائیں۔ (۵۲) ہر گز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ یہ آخرت کا خوف [38] نہیں رکھتے۔ (۵۳) ہر گز نہیں [39]، (۵۴) یہ تو ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اس سبق حاصل کر لے۔ اور یہ کوئی سبق حاصل نہ کریں گے اِلّا یہ کہ اللہ ہی ایسا [40] چاہے۔ (۵۵) وہ اس کا حق دار ہے کہ اُس سے تقویٰ [41] کیا جائے (۵۶) اور وہ اس کا اہل ہے کہ (تقویٰ کرنے والوں کو) بخش [42] دے۔ (۵۶)

تشریح: (۱): زمانہ نزول کے پس منظر پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کو یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ یا یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر مخاطب کرنے کے بجائے یٰاَیُّھَا

الْمُدَّثِّرُ کہہ کر کیوں مخاطب کیا گیا ہے۔ چونکہ حضور ﷺ یکا یک جبریل علیہ السلام کو آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھے دیکھ کر کچھ ایسی حالت میں گھر پہنچے کہ آپ ﷺ کو کچھ اوڑھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اہل خانہ سے فرمایا کہ مجھے اڑھاؤ، اس لیے اللہ نے یٰـاَیُّھَـا الْمُدَّثِّـر کہہ کر خطاب فرمایا۔ اس طرز خطاب سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اَے مرے پیارے بندے تم اوڑھ لپیٹ کر لیٹ کہا گئے، تم پر تو ایک کارِ عظیم کا بار ڈالا گیا ہے جسے انجام دینے کے لیے تمہیں عزم کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔

(۲) یہ اُسی نوعیت کا حکم ہے جو حضرت نوح علیہ السّلام کو نبوت کے منصب پر مامور کرتے ہوئے دیا گیا تھا کہ اَنْـذِر قَوْ مَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْ تِیَھُمْ عَذَاب اَلِیْم۔' اپنی قوم کے لوگوں کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر ایک دردناک عذاب آجائے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور گردو پیش اللہ کے جو بندے خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اُن کو خبردار کردو کہ وہ کسی اندھیر نگری میں نہیں رہتے ہیں جس میں وہ اپنی مرضی سے جو کچھ چاہیں کرتے رہیں اور ان کے کسی عمل کی کوئی باز پُرس نہ ہو۔

(۳) یہ ایک نبی کا اولین کام ہے جسے اِس دنیا میں اُسے انجام دینا ہوتا ہے۔ اُس کا پہلا کام ہی یہ ہے کہ جاہل انسان یہاں جن جن کی بڑائی مان رہے ہیں اُن سب کی نفی کردے اور دنیا بھر میں یہ اعلان کردے کہ اِس کائنات میں بڑائی ایک اللہ کے سوا اور کسی کی نہیں ہے۔ اس مقام پر ایک اور لطیف نکتہ یہ بھی ہے جسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ یہ پہلا موقع تھا جب رسول صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبّوت کا عظیم الشان فریضہ انجام دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور یہ بات ظاہر تھی کہ جس شہر اور معاشرے میں یہ مشن لے کر اٹھنے کا حکم دیا جارہا تھا وہ شرک کا گڑھ تھا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر بات یہ تھی کہ

مکہ معظّمہ مشرکین عرب کا سب سے بڑا تیرتھ بنا ہوا تھا اور قریش کے لوگ اُس کے مجاور تھے۔ ایسی جگہ کسی شخص کا تن تنہا اٹھنا اور شرک کے مقابلے میں توحید کا علم بلند کر دینا بڑے جان جوکھوں کا کام تھا۔ اسی لیے 'اٹھو اور خبردار کرو' کے بعد فوراً ہی یہ فرمانا کہ 'اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو' یعنی کہ جو بڑی بڑی ہولناک طاقتیں اِس کام میں تمھیں مزاحم نظر آتی ہیں ان کی ذرا پروانہ کرو اور صاف صاف کہہ دو کہ میرا رب اُن سب سے زیادہ بڑا ہے۔

(۴) یہ بڑے جامع الفاظ ہیں جن کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ اِن کا ایک مطلب یہ ہے کہ اپنے لباس کو نجاست سے پاک رکھو، کیونکہ ایک پاکیزہ روح گندے جسم اور ناپاک لباس میں نہیں رہ سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس معاشرے میں اسلام کی دعوت لے کر اٹھے تھے وہ صرف عقائد اور اخلاق کی خرابیوں ہی میں مبتلا نہ تھا بلکہ طہارت و نظافت کے بھی ابتدائی تصورات تک سے خالی تھا۔ اس لیے آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ اپنی ظاہری زندگی میں بھی طہارت کا ایک اعلیٰ معیار قائم فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے نوعِ انسانی کو طہارتِ جسم و لباس کی وہ مفصل تعلیم دی ہے جو زمانہ جاہلیت کے اہل عرب تو درکنار، اس زمانے کی مہذب ترین قوموں کو بھی نصیب نہیں ہے۔ دوسرا مفہوم اِن الفاظ کا یہ ہے کہ اپنا لباس صاف سُتھرا رکھو۔ راہبانہ تصوّرات نے دنیامین مذہبیت کا معیار یہ قرار دے رکھا تھا کہ آدمی جتنا زیادہ مَیلا کُچیلا ہو اتنا ہی زیادہ وہ مقدّس ہوتا ہے۔ اگر کوئی ذرا اُجلے کپڑے ہی پہن لیتا تو سمجھا جاتا تھا کہ وہ دنیادار انسان ہے۔ حالانکہ انسانی فطرت مَیل کچیل سے نفرت کرتی ہے۔ اِسی بنا پر اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے والے کے لیے یہ بات ضروری قرار دی گئی کہ اُس کی ظاہری حالت بھی ایسی

پاکیزہ اور نفیس ہونی چاہیے کہ لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کی شخصیت میں کوئی ایسی کثافت نہ پائی جائے جو طبائع کو اس سے متنفر کرنے والی ہو۔ تیسرا مفہوم اِس ارشاد کا یہ ہے کہ اپنے لباس کو اخلاقی عیوب سے پاک رکھو۔ تمہارا لباس سُتھرا اور پاکیزہ تو ضرور ہو، مگر اس میں فخر و غرور، ریاء اور نمائش، ٹھاٹھ باٹھ اور شان و شوکت کا شائبہ تک نہ ہونا چاہیے۔ اللہ کی طرف بلانے والے کا لباس دیکھ کر ہر شخص یہ محسوس کرلے کہ وہ ایک شریف اور شائستہ انسان ہے جو نفس کی کسی بُرائی میں مبتلا نہیں ہے۔ چوتھا مفہوم اس کا یہ ہے کہ اپنا دامن پاک رکھو۔

(۵) گندگی سے مراد ہر قسم کی گندگی ہے خواہ وہ عقائد اور خیالات کی ہو، یا اخلاق و اعمال کی، یا جسم و لباس اور رہن سہن کی۔ ان سب سے اپنا دامن بچا کر رکھو۔

(۶) اصل الفاظ ہیں وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ جس پر بھی احسان کرو بے غرضانہ کرو۔ بالفاظِ دیگر اللہ کے لیے احسان کرو، فائدہ حاصل کرنے کے لیے کوئی احسان نہ کرو۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا جو کام تم کر رہے ہو یہ اگرچہ اپنی جگہ ایک بہت بڑا احسان ہے کہ تمہاری بدولت اللہ کی مخلوق کو ہدایت نصیب ہو رہی ہے، مگر اس کا کوئی احسان لوگوں پر نہ جتاؤ اور نہ کوئی فائدہ اپنی ذات کے لیے حاصل کرو۔ تیسرا مفہوم یہ ہے کہ تم اگرچہ ایک بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہو، مگر اپنی نگاہ میں اپنے عمل کو کبھی بڑا عمل نہ سمجھو اور کبھی یہ خیال دل میں نہ آئے کہ نبوت کا یہ فریضہ انجام دے کر اپنے رب پر کوئی احسان کر رہے ہو۔

(۷) یعنی یہ کام جو تمہارے سُپرد کیا جا رہا ہے، بڑے جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس میں سخت مصائب اور

مشکلات اور تکلیفوں سے سابقہ پیش آئے گا۔ تمہاری اپنی قوم تمہاری دشمن ہو جائے گی۔ سارا عرب تمہارے خلاف صف آرا ہو جائے گا۔ مگر جو کچھ بھی اس راہ میں پیش آئے، اپنے رب کی خاطر اِس پر صبر کرنا اور اپنے فرض کو پوری ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ انجام دینا۔ یہ تھیں وہ اوّلین ہدایات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اُس وقت دی تھیں جب اُس نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ اٹھ کر نبوت کے کام کا آغاز فرما دیں۔

(۸) موضوع و مضامین کے تحت یہ بات آچکی ہے کہ اِس سورہ کا یہ حصّہ ابتدائی آیات کے چند مہینے بعد اُس وقت نازل ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے علانیہ تبلیغِ اسلام شروع ہو جانے کے بعد پہلی مرتبہ حج کا زمانہ آیا اور سردارانِ قریش نے ایک کانفرنس کر کے یہ طے کیا کہ باہر سے آنے والے حاجیوں کو قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بدگمان کرنے کے لیے پروپیگنڈا کی ایک زبردست مہم چلائی جائے۔ اِن آیات میں کفار کی اِسی کاروائی پر تبصرہ کیا گیا ہے اور اِس تبصرے کا آغاز اِن الفاظ سے کیا گیا ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ اچھا، یہ حرکتیں جو تم کرنا چاہتے ہو کر لو، دنیا میں اِن سے کوئی مقصد براری تم نے کر بھی لی تو اُس روز اپنے بُرے انجام سے کیسے بچ نکلو گے جب صور میں پھونک ماری جائے گی اور قیامت برپا ہوگی۔

(۹) اِس ارشاد سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ دن ایمان لانے والوں کے لیے ہلکا ہوگا اور اس کی سختی صرف حق کا انکار کرنے والوں کے لیے مخصوص ہوگی اور اُس دن کی سختی کافروں کے لیے مستقل سختی ہوگی۔

(۱۰) یہ خطاب ہے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اَے نبی، کفار کی آپ ﷺ

کے خلاف بلائی گئی کانفرنس میں جس شخص (ولید بن مغیرہ) نے تمہیں بدنام کرنے کے لیے یہ مشورہ دیا تھا کہ تمام آنے والے حاجیوں میں تمہیں جادوگر مشہور کیا جائے، اُس کا معاملہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اُس سے نمٹنا اب میرا کام ہے، تمہیں اس کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۱) اس فقرے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ ایک یہ کہ جب میں نے اُسے پیدا کیا تھا اُس وقت یہ کوئی مال اور اولاد اور وجاہت اور ریاست لے کر پیدا نہیں ہوا تھا۔ دوسرا یہ کہ اُس کا پیدا کرنے والا اکیلا میں ہی تھا، وہ دوسرے معبود، جن کی خدائی قائم رکھنے کے لیے یہ تمہاری دعوتِ توحید کی مخالفت میں اس قدر سرگرم ہے، اُس کو پیدا کرنے میں میرے ساتھ شریک نہ تھے۔

(۱۲) ولید بن مغیرہ کے دس بارہ لڑکے تھے جن میں سے حضرت خالد بن ولید سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اِن بیٹوں کے لیے شُہود کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مفہوم ایک یہ کہ ان کے بیٹے ہر وقت باپ کے پاس موجود اور اس کی مدد کے لیے حاضر رہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے سب بیٹے نامور اور با اثر ہیں، مجلسوں میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ وہ اِس مرتبے کے لوگ ہیں کہ معاملات میں ان کی شہادت قبول کی جاتی ہے۔

(۱۳) اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اتنا کچھ پانے کے بعد بھی وہ بس اسی فکر میں لگا ہوا ہے کہ اُسے دنیا بھر کی نعمتیں عطا کر دی جائیں۔ دوسرا مطلب بعض بزرگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر واقعی محمد ﷺ کا یہ بیان سچا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے اور اس میں کوئی جنت بھی ہوگی تو وہ جنّت میرے ہی لیے بنائی گئی ہے۔

(۱۴) یہ اُس واقعہ کا ذکر ہے جو کفارِ مکہ کی مذکورہ بالا کانفرنس میں پیش آیا تھا۔ جس میں ولید بن مغیرہ نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ جو کلام محمد ﷺ پیش کر رہے ہیں وہ نہ جادو ہے اور نہ شاعری ہے۔ ان کی بات سے یہ بواضح ہو جاتا ہے کہ یہ شخص دل میں قرآن کے کلامِ الٰہیٰ ہونے کا قائل ہو چکا تھا۔ لیکن محض اپنی وجاہت و ریاست برقرار رکھنے کے لیے ایمان لانے پر تیار نہ تھا۔ جب کفار کی اس کانفرنس میں پہلے اس نے خود اُن تمام الزامات کو رد کر دیا جو قریش کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا رہے تھے تو اسے مجبُور کیا گیا کہ وہ خود کوئی ایسا الزام تراشے جسے عرب کے لوگوں میں پھیلا کر حضور ﷺ کو بدنام کیا جا سکتا ہو۔ اس موقع پر جس طرح وہ اپنے ضمیر سے لڑا ہے اور جس شدید ذہنی کشمکش میں کافی دیر مبتلا رہ کر آخر کار اس نے ایک الزام گھڑا ہے اس کی پُوری تصویر یہاں کھینچ دی گئی ہے۔

(۱۵) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص بھی اس میں ڈالا جائے گا اسے وہ جلا کر خاک کر دے گی مگر مر کر بھی اس کا پیچھا نہ چھوٹے گا بلکہ وہ پھر زندہ کیا جائے گا اور پھر جلایا جائے گا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عذاب کے مستحقین میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دے گی اور جو بھی اس کی گرفت میں آئے گا اسے عذاب دیے بغیر نہ چھوڑے گی۔

(۱۶) یہ کہنے کے بعد کہ وہ جسم میں کچھ جلائے بغیر نہ چھوڑے گی، کھال جھلس دینے کا الگ ذکر اس لیے کیا گیا کہ آدمی کی شخصیت کو نمایاں کرنے والی چیز دراصل اس کے چہرے اور جسم کی کھال ہی ہوتی ہے جس کی بدنمائی اُسے سب سے زیادہ کھلتی ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ یہ حسین چہرے اور شاندار جسم پر جو لوگ آج دنیا میں اپنی شخصیت پر پھولے پھر رہے ہیں، یہ اگر اللہ کی آیات کے ساتھ عناد کی روش برتیں گے جو

ولید بن مغیرہ برت رہا ہے تو ان کے منہ جھلسا دیے جائیں گے اور ان کی کھال جلا کر کوئلے کی طرح سیاہ کر دی جائے گی۔

(۱۷) یہاں سے لے کر 'تیرے رب کے لشکروں کو خود اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا' تک کی پُوری عبارت ایک جملہ معترضہ ہے جو دورانِ تقریر میں سلسلہ کلام کو توڑ کر اُن معترضین کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہ سن کر کہ دوزخ کے کارکنوں کی تعداد صرف ۱۹ ہو گی، اس کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا تھا۔ اُن کو یہ بات عجیب لگ رہا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے انسانوں نے بھی کفر اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہے وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے، اتنی بڑی دوزخ میں اتنے بے شمار انسانوں کو عذاب دینے کے لیے صرف ۱۹ کارکن مقرر ہوں گے۔ اس پر قریش کے سرداروں نے بڑے زور کا ٹھٹھا مارا۔ ابوجہل بولا 'بھائیوں، کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ تم میں سے دس دس آدمی مل کر بھی دوزخ کے ایک ایک سپاہی سے نمٹ نہ لیں گے؟' بنی جُمَحْ کے ایک پہلوان صاحب کہنے لگے ۱۷ سے میں تو اکیلا نمٹ لوں گا، باقی دو کو تم سب مل کر سنبھال لینا'۔ انہی باتوں کے جواب میں یہ فقرے بطور جملہ معترضہ ارشاد ہوئے ہیں۔

(۱۸) یعنی اُن کی قوتوں کو انسانی قوتوں پر قیاس کرنا تمہاری حماقت ہے۔ وہ آدمی نہیں، فرشتے ہوں گے اور تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی زبردست طاقتوں کے فرشتے پیدا کیے ہیں۔

(۲۰) یہ بات اس سے پہلے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان ہو چکی ہے کہ ہر آزمائش کے موقع پر جب ایک مومن اپنے ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اور شکّ وانکار یا اطاعت سے فرار کی راہ چھوڑ کر یقین

واعتماد اور اطاعت وفرمانبرداری اور دین سے وفاداری کی راہ اختیار کرتا ہے تو اس کے ایمان کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔

(۲۱) یہاں دل کی بیماری سے مراد شک کی بیماری ہے۔ مکہ ہی میں نہیں، دنیا بھر میں پہلے بھی اور آج بھی کم لوگ ایسے تھے اور ہیں جو قطعیت کے ساتھ اللہ، آخرت، وحی، رسالت، جنت، دوزخ وغیرہ کا انکار کرتے ہوں، اکثریت ہر زمانے میں انہی لوگوں کی رہی ہے جو اس شک میں مبتلا رہے ہیں کہ معلوم نہیں اللہ ہے یا نہیں، آخرت ہوگی یا نہیں، فرشتہ، جنت اور دوزخ کا واقعی کوئی وجود ہے یا محض افسانے ہیں اور رسول واقعی رسول تھے اور ان پر وحی آتی تھی یا نہیں، یہی شک اکثر لوگوں کو کفر کے مقام پر کھینچ لے گیا ہے۔

(۲۲) اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اِسے اللہ کا کلام تو مان رہے تھے مگر تعجب اس بات پر ظاہر کر رہے تھے کہ اللہ نے یہ بات کیوں فرمائی۔ بلکہ دراصل وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ جس کلام میں ایسی بعید از عقل وفہم بات کہی گئی ہے وہ بھلا اللہ کا کلام کیسے ہوسکتا ہے۔

(۲۳) یعنی اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے کلام اور اپنے احکام وفرامین میں وقتاً فوقتاً ایسی باتیں ارشاد فرما دیتا ہے جو لوگوں کے لیے امتحان اور آزمائش کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ ایک ہی بات ہوتی ہے جسے ایک سلیم الطبع اور صحیح الفکر آدمی سنتا ہے اور اُس کا سیدھا مطلب سمجھ کر سیدھی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ اُسی بات کو ایک ہٹ دھرم، کج فہم اور راستی سے گریز کرنے والا آدمی سنتا ہے اور اُس کا ٹیڑھا مطلب نکال کر اسے حق سے دُور بھاگ جانے کے لیے ایک نیا بہانا بنا لیتا ہے۔

(۲۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کائنات میں کیسی کیسی اور کتنی مخلوقات پیدا کر رکھی ہیں اور ان کو کیا کیا طاقتیں بخشی ہیں اور ان سے کیا کیا کام وہ لے رہا ہے، ان باتوں کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ انسان اپنی محدود نظر سے اپنے گرد و پیش کی چھوٹی سی دنیا کو دیکھ کر اگر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ خدا کی خدائی میں بس وہی کچھ ہے جو اسے اپنے حواس یا آلات کی مدد سے محسوس ہوتا ہے تو یہ اس کی اپنی نادانی ہے۔

(۲۵) یعنی لوگ اپنے آپ کو اس کا مستحق بنانے اور اس کے عذاب کا مزا چکھنے سے پہلے ہوش میں آجائیں اور اپنے آپ کو اس سے بچانے کی فکر کریں۔

(۲۶) یعنی یہ کوئی ہوائی بات نہیں ہے جس کا اِس طرح مذاق اُڑایا جائے۔

(۲۷) یعنی جس طرح چاند اور رات و دن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عظیم نشانات ہیں اُسی طرح دوزخ بھی عجائب قدرت میں سے ایک چیز ہے۔ اگر چاند کا وجود غیر ممکن نہ تھا، اگر رات اور دن کا اس باقاعدگی کے ساتھ آنا غیر ممکن نہ تھا، تو دوزخ کا وجود آخر کیوں تمہارے خیال میں غیر ممکن ہو گیا؟

(۲۸) مطلب یہ ہے کہ اس چیز سے لوگوں کو ڈرا دیا گیا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس سے ڈر کر بھلائی کے راستے پر آگے بڑھے اور جس کا جی چاہے پیچھے ہٹ جائے۔

(۲۹) یہاں رہن کا استعارہ بہت معنی خیز ہے۔ ایک شخص اگر کسی سے کچھ قرض لے اور قرض دینے والا اپنے حق کی ادائیگی کے لیے ضمانت کے طور پر اس کی کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھ لے تو جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے اس وقت تک وہ رہن حاصل نہیں کر سکتا، اور مدت مقررہ گزر جانے پر تو شئی مرہونہ ضبط ہو جاتی ہے۔ انسان اور خدا کے درمیان معاملہ کی نوعیت کو یہاں اسی صورت معاملہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ خدا

نے انسان کو جو سر و سامان، جو طاقتیں اور صلاحیتیں اور جو اختیارات دنیا میں عطا کیے ہیں وہ گویا ایک قرض ہے جو مالک نے اپنے بندے کو دیا ہے اور اس قرض کی ضمانت کے طور پر بندے کا نفس خدا کے پاس رہین ہے۔ بندہ اس سر و سامان اور ان قوتوں اور اختیارات کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اگر وہ نیکیاں کمائے جن سے یہ قرض ادا ہو سکتا ہو تو وہ شئے مرہونہ، یعنی اپنے نفس کو چھڑا لے گا۔

(۳۰) بائیں بازو والے اپنے کسب کے بدلے میں پکڑے جائیں گے۔ دائیں ہاتھ والے اس کا مطلب ہے عالی مرتبہ لوگ اہل عرب سیدھے ہاتھ کو قوت اور رفعت اور عزت کا نشان سمجھتے تھے۔ اردو میں بھی کسی شخص کو کسی بڑی ہستی کا دست راست اس معنی میں کہا جاتا ہے کہ وہ اُس کا خاص آدمی ہے اور اگر اس کو یمن سے ماخوذ مانا جائے تو اصحاب المیمنہ کے معنی ہونگے خوش نصیب اور نیک بخت لوگ۔

(۳۱) اس سے پہلے کئی مقامات پر قرآن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اہلِ جنت اور اہل دوزخ ایک دوسرے سے لاکھوں میل دُور ہونے کے باوجود جب چاہیں گے ایک دوسرے کو کسی آلے کی مدد کے بغیر دیکھ سکیں گے اور ایک دوسرے سے براہِ راست گفتگو کر سکیں گے۔

(۳۲) اس مقام پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نماز کوئی شخص اُس وقت تک پڑھ ہی نہیں سکتا جب تک وہ ایمان نہ لایا ہو۔ اس لیے نمازیوں میں سے ہونا آپ سے آپ ایمان لانے والوں میں سے ہونے کو ملتزم ہے۔ لیکن نمازیوں میں سے نہ ہونے کو دوزخ میں جانے کا سبب قرار دے کر یہ بات واضح کر دی گئی کہ ایمان لا کر بھی آدمی دوزخ سے نہیں بچ سکتا اگر وہ تارکِ نماز ہو۔

(۳۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انسان کو بھوک میں مبتلا دیکھنا اور قدرت رکھنے کے باوجود اس کو کھانا

نہ کھلانا اسلام کی نگاہ میں کتنا بڑا گناہ ہے کہ آدمی کے دوزخی ہونے کے اسباب میں خاص طور پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۳۴) یقینی چیز سے مراد موت بھی ہے اور آخرت بھی۔

(۳۵) یعنی ایسے لوگ جنہوں نے مرتے دم تک یہ روش اختیار کیے رکھی ہو ان کے حق میں اگر کوئی شفاعت کرنے والا شفاعت کرے بھی تو اسے معافی نہیں مل سکتی۔

(۳۶) یہ ایک عربی محاورہ ہے۔جنگلی گدھوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ خطرہ بھانپتے ہی وہ اِس قدر بدحواس ہو کر بھاگتے ہیں کہ کوئی دوسرا جانور اس طرح نہیں بھاگتا۔اس لیے اہلِ عرب غیر معمولی طور پر بدحواس ہو کر بھاگنے والے کو اُن جنگلی گدھوں سے تشبیہ دیتے ہیں جو شیر کی بُو یا شکاریوں کی آہٹ پاتے ہی بھاگ پڑے ہوں۔

(۳۷) یعنی یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مقرر فرمایا ہے تو وہ مکہ کے ایک ایک سردار اور ایک ایک شیخ کے نام ایک خط لکھ کر بھیجے کہ محمدؐ ہمارے نبی ہیں، تم ان کی پیروی قبول کرو، اور یہ خط ایسے ہوں جنہیں دیکھ کر انہیں یقین آجائے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ لکھ کر بھیجے ہیں۔

(۳۸) یعنی ان کے ایمان نہ لانے کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے یہ مطالبے پُورے نہیں کیے جاتے، بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ آخرت سے بے خوف ہیں۔انہوں نے سب کچھ اسی دنیا کو سمجھ رکھا ہے، اسی چیز نے اِن کو دنیا میں بے فکر اور غیر ذمّہ دار بنا دیا ہے۔اس لیے یہ اِس مسئلے پر غور کرنا لا حاصل سمجھتے ہیں کہ فی الواقع حق کیا ہے اور باطل کیا اور ایمان نہ لانے کا نت نئے بہانے بناتے ہیں۔ یہ مسئلہ سنجیدگی کے ساتھ

قابلِ غور اگر ہوسکتا ہے تو صرف اُس شخص کے لیے جو دنیا کی زندگی کو عارضی زندگی سمجھتا ہو اور یہ تسلیم کرتا ہو کہ اصلی و ابدی زندگی آخرت کی زندگی ہے جہاں حق کا انجام لازماً اچھا اور باطل کا انجام لازماً بُرا ہوگا۔

(۳۹) یعنی ان کا ایسا کوئی مطالبہ ہرگز پورا نہ کیا جائے گا۔

(۴۰) یعنی تمہیں اللہ کی ناراضگی سے بچنے کی جو نصیحت کی جا رہی ہے وہ اس لیے نہیں ہے کہ اللہ کو اِس کی ضرورت ہے اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اُس سے اللہ کا کوئی نقصان ہوتا ہے، بلکہ یہ نصیحت اس بنا پر کی جا رہی ہے کہ اللہ کا یہ حق ہے کہ اس کے بندے اس کی رضا چاہیں اور اس کی مرضی کے خلاف نہ چلیں۔

(۴۱) یعنی یہ اللہ ہی کو زیب دیتا ہے کہ کسی نے اس کی کتنی ہی نافرمانیاں کی ہوں، جس وقت بھی وہ اپنی اِس روش سے باز آ جائے اللہ اپنا دامن رحمت اس کے لیے کشادہ کر دیتا ہے۔ اپنے بندوں کے لیے کوئی جذبۂ انتقام وہ اپنے اندر نہیں رکھتا کہ ان کے قصوروں سے وہ کسی حال میں درگزر ہی نہ کرے اور انہیں سزا دیے بغیر نہ چھوڑے۔

ہدایات و مشورے:

☆ طلبہ و طالبات کو قرآن تجوید کے ساتھ پڑھائیں۔

☆ سورہ حفظ کرنے کا شوق پیدا کریں۔

☆ اس طرح پڑھائیں کہ قرآن سے محبت، اسے عمل کی نیت سے سمجھ کر پڑھنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

☆ مختلف تفسیروں کو پڑھنے کا شوق پیدا کریں اور قرآن میں غور کرنے کی تلقین کریں۔

☆ اس طرح پڑھائیں کہ آیات کا مفہوم ذہن نشیں ہو جائے۔ اس کے لئے تشریحی نوٹس اور دیگر تفاسیر سے بھی مدد لیں۔

مشق

(الف) صحیح جواب لکھو۔

۱۔ اس سورہ کے نام کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے لکھو۔

۲۔ زمانہ نزول کیا ہے؟

۳۔ سورہ کا موضوع و مضامین کے بارے میں اپنی معلومات لکھو۔

۴۔ سورہ میں کل کتنی آیات ہیں؟

۵۔ فترۃ الوحی سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۶۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو **یاَیّھا المُدَّثِّر** کہہ کر کیوں خطاب فرمایا؟

۷۔ ''احسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لئے'' اس کی تشریح اپنے الفاظ میں لکھو۔

۸۔ ولید بن مغیرہ کے کتنے بیٹے تھے اور ان میں سب سے مشہور کون ہوئے؟

۹۔ دائیں ہاتھ والے کا کیا مطلب ہے؟

۱۰۔ یہ کہنے کے بعد کہ وہ جسم میں کچھ جلائے بغیر نہ چھوڑے گی، کھال جھلس دینے کا الگ ذکر کیوں کیا گیا؟

۱۱۔ دل کی بیماری سے اللہ کیا بتانا چاہتا ہے؟

۱۲۔ ''یہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر کے ڈر سے بھاگ پڑے ہیں'' اس کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھو۔

۱۳۔ مجرموں کو کون سی چیز دوزخ میں لے گئی۔

۱۴۔ کفار کے ایمان نہ لانے کی اصل وجہ اس سورہ میں کیا بتائی گئی ہے؟

۱۵۔ اس سورہ میں اللہ کی ناراضی سے بچنے کی نصیحت کیوں کی جارہی ہے؟

(ب) الفاظ کے معنی لکھو۔

اَلْمُدَّثِّر	....
الرُّجْز	....
مُّسْتَنْفِرَة	....
منشرۃٌ	....
رهينةٌ	....

جنودٌ .   ...

سقرٌ   ....

رَهِينَةٌ .   ...

رُجزٌ قَسْوَرَة   ....

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پُر کرو۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ .... (۴۸) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ ....َ (۴۹) كَاَنَّهُمْ...........ٌ

مُّسْتَنْفِرَةٌ (۵۰) فَرَّتْ مِنْ ....ٍ (۵۱) بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ...........مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا

...........(۵۲) كَلَّا ؕ بَلْ لَّا ....َ الْاٰخِرَةَ (۵۳) كَلَّآ اِنَّهٗ...........ٌ (۵۴) فَمَنْ شَآءَ

ذَكَرَهٗ (۵۵) وَ مَا ....َ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ .... وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (۵۶)

(د) مندرجہ ذیل جملوں کو صحیح کر کے لکھو۔

☆ اس سورہ کی پہلی سات آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

☆ آیت ۸ سے آیت ۱۰ تک میں مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے۔

☆ آیت ۲۷ سے آیت ۴۸ تک میں جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے۔

☆ اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے (۱) آرام سے سو جاؤ (۲)

☆ مکہ معظّمہ مشرکین عرب کا سب سے چھوٹا تیرتھ تھا۔

☆ پاکیزہ روح گندے جسم اور ناپاک لباس میں رہتی ہے۔

☆ دوزخ کے کارکنوں کی تعداد صرف ۲۵ ہوگی۔

☆ اہل جنت اور اہل دوزخ ایک دوسرے سے لاکھوں میل دور ہونے وجہ آلات کی مدد سے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے اور بات چیت کر پائیں گے

☆ ایک تاریک نماز ایمان لانے کی وجہ سے جنت میں بلاجھجک جائیں گے۔

سبق (۴)

سورة القيامة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (۱) وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (۲) اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ
عِظَامَهٗ (۳) بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (۴) بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ (۵)
يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ (۶) فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (۷) وَ خَسَفَ الْقَمَرُ (۸) وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ
الْقَمَرُ (۹) يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (۱۰) كَلَّا لَا وَزَرَ (۱۱) اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ
اِلْمُسْتَقَرُّ (۱۲) يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ (۱۳) بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ
بَصِيْرَةٌ (۱۴) وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (۱۵) لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (۱۶) اِنَّ عَلَيْنَا
جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ (۱۷) فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۱۸) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (۱۹) كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

الۡعَاجِلَةَ ۙ﴿۲۰﴾ وَ تَذَرُوۡنَ الۡاٰخِرَةَ ؕ﴿۲۱﴾ وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ۚ﴿۲۳﴾
وَ وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍۭ بَاسِرَۃٌ ۙ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنۡ یُّفۡعَلَ بِہَا فَاقِرَۃٌ ؕ﴿۲۵﴾ کَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ
التَّرَاقِیَ ۙ﴿۲۶﴾ وَ قِیۡلَ مَنۡ ٜ سکتة رَاقٍ ۙ﴿۲۷﴾ وَّ ظَنَّ اَنَّہُ الۡفِرَاقُ ۙ﴿۲۸﴾ وَ الۡتَفَّتِ السَّاقُ
بِالسَّاقِ ۙ﴿۲۹﴾ اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِۣ الۡمَسَاقُ ؕ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰی ۙ﴿۳۱﴾ وَ لٰکِنۡ کَذَّبَ
وَ تَوَلّٰی ۙ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَہَبَ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ یَتَمَطّٰی ؕ﴿۳۳﴾ اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی ۙ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوۡلٰی لَکَ
فَاَوۡلٰی ؕ﴿۳۵﴾ اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ؕ﴿۳۶﴾ اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِیٍّ
یُّمۡنٰی ۙ﴿۳۷﴾ ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۙ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَ
الۡاُنۡثٰی ؕ﴿۳۹﴾ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾

سورۃ القیامۃ

نام

پہلی ہی آیت کے لفظ اَلْقِیٰمَۃِ کو اس سُورہ کا نام قرار دیا گیا ہے، اور یہ صرف نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس سُورہ کا عنوان بھی ہے۔ کیونکہ اس میں قیامت ہی پر بحث کی گئی ہے۔

زمانۂ نزول

اِس کے مضمون میں ایک داخلی شہادت ایسی موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے۔ آیت ۱۵ کے بعد یکا یک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے کہ اُس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اِس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمّہ ہے، لہٰذا جب ہم اِسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمّہ ہے۔ آیت ۲۰ سے پھر وہی مضمون شروع ہو جاتا ہے جو ابتدا سے چلا آ رہا تھا۔ یہ جملہ معترضہ اپنے موقع و محل سے بھی اور روایات کی رُو سے بھی اِس بنا پر

دورانِ کلام میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورہ رسول اللہ ﷺ کو سنا رہے تھے اُس وقت آپ اِس اندیشے سے کہ کہیں بعد میں بھول نہ جائیں، اس کے الفاظ اپنی زبان مبارک سے دُہراتے جارہے تھے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کونزولِ وحی کا نیا نیا تجربہ ہورہا تھا۔ سورہ اعلیٰ آیت ۶ میں نبی ﷺ کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى، ''ہم عنقریب تم کو پڑھوا دیں گے پھر تم بھولو گے نہیں۔ بعد میں جب آپ ﷺ کو وحی اخذ کرنے کی اچھی طرح مشق ہوگئی تو اِس طرح کی ہدایات دینے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

موضوع اور مضمون

اس سُورہ میں منکرینِ آخرت کو خطاب کر کے ان کے ایک ایک شبہ اور ایک ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ قیامت اور آخرت کے امکان، وقوع اور وجوب کا ثبوت دیا گیا ہے اور یہ بھی صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ جو لوگ بھی آخرت کا انکار کرتے ہیں ان کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کی خواہشاتِ نفس اسے ماننا نہیں چاہتیں۔ اس کے ساتھ لوگوں کو خبردار کر دیا گیا ہے کہ جس وقت کے آنے کا تم انکار کر رہے ہو وہ آکر رہے گا، تمہارا سب کیا دھرا تمہارے سامنے لاکر رکھ دیا جائے گا

ترجمہ:۔ نہیں،[1] میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی (۱) اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس[2] کی، (۲) کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو جمع نہ کرسکیں[3] گے؟ (۳) کیوں نہیں؟

ہم تو اس کی انگلیوں کی پور پور تک ٹھیک بنا دینے پر قادر ہیں[۴] (۴)۔مگر انسان چاہتا یہ ہے کہ آگے بھی بد اعمالیاں[۵] کرتا رہے۔(۵) پوچھتا ہے ''آخر کب آنا ہے وہ قیامت کا دن[۶]؟'' (۶) پھر جب دِیدے پتھرا جائیں[۷] گے (۷) اور چاند بے نور ہو جائے گا (۸) اور چاند سُورج ملا کر ایک کر دیے جائیں گے[۸] (۹) اُس وقت یہی انسان کہے گا'' کہاں بھاگ کر جاؤں؟ (۱۰)'' ہرگز نہیں، وہاں کوئی جائے پناہ نہ ہوگی (۱۱) اُس روز تیرے ربّ ہی کے سامنے جا کر ٹھہرنا ہوگا (۱۲) اُس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا[۹] دیا جائے گا۔(۱۳) بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے (۱۴) چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں[۱۰] پیش کرے (۱۵) ([۱۱]اے نبیؐ) اِس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو (۱۶) اِس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمّہ ہے (۱۷) لہٰذا جب ہم اِسے پڑھ رہے ہوں[۱۲] اُس وقت تم اِس کی قرأت کو غور سے سُنتے رہو (۱۸) پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمّہ[۱۳] ہے (۱۹) ہرگز نہیں[۱۴] اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت رکھتے ہو (۲۰) اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو[۱۵]۔(۲۱) اُس روز کچھ چہرے تر و تازہ[۱۶] ہوں گے، (۲۲) اپنے ربّ کی طرف دیکھ رہے ہوں[۱۷] گے۔(۲۳) اور کچھ چہرے اُداس ہوں گے (۲۴) اور سمجھ رہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے (۲۵) ہرگز نہیں[۱۸] جب جان حلق تک پہنچ جائے گی، (۲۶) اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھُونک[۱۹] کرنے والا، (۲۷) اور آدمی سمجھ لے گا کہ یہ دنیا سے جُدائی کا وقت ہے (۲۸) اور پنڈلی سے پنڈلی[۲۰] جڑ جائے گی، (۲۹) وہ دن ہوگا تیرے ربّ کی طرف روانگی کا (۳۰) مگر اُس نے نہ سچ مانا اور نہ نماز پڑھی (۳۱) بلکہ جھُٹلایا اور پلٹ گیا (۳۲) پھر اکڑتا

ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل [21] دیا۔ (۳۳) یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب [22] دیتی ہے (۳۴) ہاں یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے۔ (۳۵) کیا [23] انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یُونہی مہمل [24] چھوڑ دیا جائے گا؟ (۳۶) کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحمِ مادر میں) ٹپکا جاتا ہے؟ (۳۷) پھر وہ ایک لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اس کا جسم بنایا اور اس کے اعضا درست کیے (۳۸) پھر اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں (۳۹) کیا وہ اِس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے والوں کو پھر سے زندہ [25] کردے؟ (۴۰)

تشریح:۔ (۱): کلام کی ابتدا ''نہیں'' سے کرنا خود بخود اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے سے کوئی بات چل رہی تھی جس کی تردید میں یہ سُورۃ نازل ہوئی ہے اور آگے کا مضمون آپ ہی ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ بات قیامت اور آخرت کی زندگی کے بارے میں تھی جس کا اہلِ مکہ انکار کر رہے تھے۔

(۲): قرآن مجید میں نفسِ انسانی کی تین قسموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک وہ نفس جو انسان کو برائیوں پر اکساتا ہے۔ اس کا نام نفسِ اَمارہ ہے۔ دوسرا نفس جو غلط کام کرنے یا غلط سوچنے یا بُری نیت رکھنے پر نادم ہوتا ہے اور انسان کو اس پر ملامت کرتا ہے۔ اس کا نام نفسِ لوّامہ ہے اور اسی کو ہم آج کل کی اصطلاح میں ضمیر کہتے ہیں۔ تیسرا وہ نفس جو صحیح راہ پر چلنے اور غلط راہ چھوڑ دینے میں اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اس کا نام نفسِ مطمئنّہ ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم جس بات پر کھائی ہے اُسے بیان نہیں کیا ہے کیونکہ بعد کا فقرہ خود اس بات پر دلالت کر رہا ہے۔ قسم اِس بات پر کھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ ضرور پیدا کرے گا اور وہ ایسا کرنے پر پوری

طرح قادر ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بات پر اِن دو چیزوں کی قسم کس مناسبت سے کھائی گئی ہے؟ جہاں تک روزِ قیامت کا تعلق ہے، اُس کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا آنا یقینی ہے۔ پوری کائنات کا نظام اِس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ یہ نظام نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ لازماً اس کی ایک انتہا بھی ہے جس کے بعد یہ نہ رہے گا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع پر خود قیامت ہی کی قسم کھائی ہے۔ لیکن روز قیامت کی قَسم صرف اِس امر کی دلیل ہے کہ ایک دن یہ نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ رہی یہ بات کہ اس کے بعد پھر انسان دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اس کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور وہ اپنے کیے کا اچھا یا بُرا نتیجہ دیکھے گا، تو اس کے لیے دوسری قسم نفسِ لوّامہ کی کھائی گئی ہے۔ کوئی انسان دنیا میں ایسا موجود نہیں ہے جو اپنے اندر ضمیر نہ رکھتا ہو۔ اِس ضمیر میں لازماً بھلائی اور بُرائی کا ایک احساس پایا جاتا ہے۔ یہ اِس بات کی صریح دلیل ہے کہ انسان کے اندر فطری طور پر بھلائی اور بُرائی کی تمیز پائی جاتی ہے، وہ خود اپنے آپ کو اپنے اچھے اور بُرے افعال کا ذمہ دار سمجھتا ہے اور جس بُرائی کا ارتکاب اُس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہو اس پر اگر وہ اپنے ضمیر کی ملامتوں کو دبا کر خوش بھی ہو لے، تو اس کے برعکس صورت میں جبکہ اُسی برائی کا ارتکاب کسی دوسرے نے اُس کے ساتھ کیا ہو، اس کا دل اندر سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ اِس زیادتی کا مرتکب ضرور سزا کا مستحق ہونا چاہیے۔ اب اگر انسان کے وجود میں اِس طرح کے ایک نفسِ لوّامہ کی موجودگی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے، تو پھر یہ حقیقت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ یہی نفسِ لوّامہ زندگی بعدِ موت کی ایک ایسی شہادت ہے جو خود انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ کیونکہ فطرت کا یہ تقاضا کہ اپنے جن اچھے اور بُرے اعمال کا انسان ذمہ دار ہے اُن کی جزا یا سزا اُس کو

ضرور ملنی چاہیے، زندگی بعد موت کے سوا کسی دوسری صورت میں پُورا نہیں ہوسکتا۔

(۳): اوپر کی دو دلیلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ دنیا کا خاتمہ (یعنی قیامت کا پہلا مرحلہ) ایک یقینی امر ہے۔ دوسرے یہ کہ موت کے بعد دوسری زندگی ضروری ہے۔ اب یہ تیسری دلیل یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کی گئی ہے کہ زندگی بعدِ موت ممکن ہے۔ مکہ میں جو لوگ اس کا انکار کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سینکڑوں ہزاروں برس پہلے مر چکے انسان، جن کے جسم کا ذرہ ذرہ خاک میں مل گئے ہوں میں سے کوئی جل مرا ہو، کوئی درندوں کے پیٹ میں جا چکا ہو، کوئی مچھلیوں کی غذا بن چکا ہو، ان سب کے اجزائے جسم پھر سے جمع ہو جائیں اور ہر انسان پھر وہی شخص بن کر اٹھ کھڑا ہو؟ اس کا نہایت معقول اور انتہائی پر زور جواب اِس مختصر سے سوال کی شکل میں دے دیا گیا کہ ’’کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو کبھی جمع نہ کرسکیں گے‘‘؟ یعنی یہ کام خود اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اب کیا تم واقعی یہ سمجھ رہے ہو کہ کائنات کا خالق اِس کام سے عاجز ہے؟ اگر کوئی نے وقوف ایسی بات کہے تو اس سے پوچھا جاسکتا ہے کہ تم آج جس جسم میں اِس وقت موجود ہو اس کے بے شمار اجزاء کو ہوا اور پانی اور مٹی اور نہ معلوم کہاں کہاں سے جمع کر کے اُسی اللہ نے کیسے یہ جسم بنا دیا جس کے متعلق تم یہ کہہ رہے ہو کہ وہ پھر ان اجزاء کو جمع نہیں کرسکتا؟

(۴): یعنی بڑی بڑی ہڈیوں کو جمع کر کے تمہارا ڈھانچہ پھر سے کھڑا کر دینا تو درکنار، ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ تمہارے نازک ترین اجزائے جسم حتیٰ کہ تمہاری انگلیوں کی پوروں تک پھر ویسا ہی بنا دیں جیسی وہ پہلے تھیں۔

(۵): اِس چھوٹے سے فقرے میں منکرینِ آخرت کے اصل مرض کی صاف صاف تشخیص کر دی گئی ہے۔

اِن لوگوں کو جو چیز آخرت کے انکار پر آمادہ کرتی ہے وہ دراصل یہ نہیں ہے کہ فی الواقع وہ قیامت اور آخرت کو ناممکن سمجھتے ہیں، بلکہ اُن کے اِس انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ آخرت کو ماننے سے لازماً اُن پر کچھ اخلاقی پابندیاں عائد ہوتی ہیں، اور انہیں یہ پابندیاں ناگوار ہیں۔

(٦): یہ سوال استفسار کے طور پر نہیں بلکہ انکار اور استہزاء کے طور پر تھا۔ یعنی وہ یہ پوچھنا نہیں چاہتے تھے کہ قیامت کس روز آئے گی، بلکہ مذاق کے طور پر کہتے تھے کہ حضرت! جس دن کی آپ خبر دے رہے ہیں آخر وہ آتے آتے رہ کہاں گیا ہے؟

(٧): اصل میں بَرِقَ الْبَصَرُ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کے لُغوی معنی بجلی کی چمک سے آنکھوں کے چُندھیا جانے کے ہیں۔ لیکن عربی محاورے میں یہ الفاظ اسی معنی کے لیے مخصوص نہیں ہیں بلکہ خوف زدگی، حیرت، یا کسی اچانک حادثہ سے دوچار ہو جانے کی صورت میں اگر آدمی ہَکّ دَکّ رہ جائے اور اس کی نگاہ اُس پریشان کن منظر کی طرف جم کر رہ جائے جو اس کو نظر آرہا ہو تو اس کے لیے بھی یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔

(٨): یہ قیامت کے پہلے مرحلے میں نظامِ عالم کے درہم برہم ہو جانے کی کیفیت کا ایک مختصر بیان ہے۔

(٩): اصل میں الفاظ ہیں بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ۔ یہ بڑا جامع فقرہ ہے جس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں اور غالباً وہ سب ہی مراد ہیں۔ ایک معنی اس کے یہ ہیں کہ آدمی کو اُس روز یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ اپنی دنیا کی زندگی میں کیا نیکی یا بدی کما کر اُس نے اپنی آخرت کے لیے آگے بھیجی تھی اور اپنے اچھے یا بُرے اعمال کے کیا اثرات دنیا میں چھوڑ آیا تھا جو اس کے بعد آنے والی نسلوں میں چلتے رہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اسے

وہ سب کچھ بتا دیا جائے گا جو اُسے کرنا چاہیے تھا مگر نہیں کیا اور جو کچھ نہ کرنا تھا مگر اُس نے کر ڈالا۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ اس نے پہلے کیا اور جو کچھ بعد میں کیا اس کا پُورا حساب تاریخ وار اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

(۱۰) یعنی آدمی کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھنے کی غرض درحقیقت یہ نہیں ہوگی کہ مجرم کو اس کا جُرم بتایا جائے، بلکہ ایسا کرنا تو اس وجہ سے ضروری ہوگا کہ انصاف کے تقاضے برسرِ عدالت جرم کا ثبوت پیش کیے بغیر پُورے نہیں ہوتے۔

(۱۱) یہاں سے لے کر ''پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمّہ ہے'' تک کی پُوری عبارت ایک جملہ معترضہ ہے۔ جب حضورؐ پر قرآن نازل ہوتا تھا تو آپ اِس خوف سے کہ کہیں کوئی چیز بھول نہ جائیں، حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ وحی کے الفاظ دُہرانے لگتے تھے۔ اس پر فرمایا گیا کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۔ یہی بات شَعْبِی، ابنِ زید، ضَحّاک، حسن بصری، قتادہ، مجاہد اور دوسرے اکابر مفسرین سے منقول ہے۔

(۱۲) اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبریل علیہ السّلام قرآن پڑھ کر سُناتے تھے، لیکن چونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پڑھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جب ہم اِسے پڑھ رہے ہوں''۔

(۱۳) غالبًا ابتدائی زمانے میں رسول اللہ ﷺ نزولِ وحی کے دوران ہی میں قرآن کی کسی آیت یا کسی حکم کا مفہوم بھی جبریل علیہ السلام سے دریافت کر لیتے تھے، اس لیے نہ صرف یہ ہدایات کی گئی کہ جب وحی

نازل ہورہی ہو اس وقت آپ خاموشی سے سنیں اور نہ صرف یہ اطمینان دلایا گیا کہ اُس کا لفظ ٹھیک ٹھیک آپ کے حافظہ میں محفوظ کر دیا جائے گا اور قرآن کو آپ ٹھیک اُسی طرح پڑھ سکیں گے جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔ بلکہ یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ ہر حکم اور ہر ارشاد کا منشا و مدّعا بھی پُوری طرح آپ کو سمجھا دیا جائے گا۔

(۱۴): یہاں سلسلہ کلام پھر اُسی مضمون کے ساتھ جُڑ جاتا ہے جو جملہ معترضہ سے پہلے چلا آ رہا تھا۔ ہر گز نہیں کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے انکارِ آخرت کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ تم خالقِ کائنات کو قیامت بر پا کرنے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے سے عاجز سمجھتے ہو، بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں۔

(۱۵) وہ انکار آخرت کی دوسری وجہ ہے پہلی وجہ آیت نمبر ۵ میں بیان کی گئی تھی کہ انسان چونکہ فجور کی کھُلی چھوٹ چاہتا ہے اور ان اخلاقی پابندیو سے بچنا چاہتا ہے جو آخرت کو ماننے سے لازماً اس پر عائد ہوتی ہے۔ اب دوسری وجہ یہ بیان کی جارہی ہے منکرینِ آخرت چونکہ تنگ نظر اور کوتاہ بیں ہیں اس لیے اُن کی نگاہ میں ساری اہمیت انہیں نتائج کی ہیں جو اسی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱۶) یعنی خوشی سے دمک رہے ہوں گے، کیونکہ جس آخرت پر وہ ایمان لائے تھے وہ ٹھیک اُن کے یقین کے مطابق سامنے موجود ہوگی۔ یہ اطمینان حاصل ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنے رویّہ زندگی کے متعلق بالکل صحیح فیصلہ کیا تھا، اب وہ وقت آ گیا ہے جب وہ اس کا بہترین انجام دیکھیں گے۔

'(۱۷) بکثرت احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی جو تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے کہ آخرت میں اللہ کے مقرب بندوں کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ اہلسنت قریب قریب بالاتفاق اس آیت کا

یہی مطلب لیتے ہیں اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْن ''ہرگز نہیں، وہ (یعنی فُجّار) اس روز اپنے رب کی دید سے محروم ہوں گے'' (المُطففین۔۱۵)۔اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ محرومی فُجّار کے لیے ہوگی نہ کہ ابرار کے لیے۔

(۱۸): اس ''ہرگز نہیں'' کا تعلق اسی سلسلۂ کلام سے ہے جو اوپر سے چلا آرہا ہے، یعنی تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تمہیں مرکر فنا ہوجانا ہے اور اپنے رب کے حضور واپس جانا نہیں ہے۔

(۲۰) مفسرین میں سے بعض نے لفظ ساق (پنڈلی) کو عام لُغوی معنی میں لیا ہے۔اس کے لحاظ سے مراد یہ ہے کہ مرنے کے وقت جب ٹانگیں سوکھ کر ایک دوسری سے جڑ جائیں گی۔بعض نے عربی محاورے کے مطابق ایسے شدت، سختی اور مصیبت کے معنی میں لیا ہے، یعنی اس وقت دو مصیبتیں ایک ساتھ جمع ہوجائیں گی، ایک دنیا اور اس کی ہر چیز سے جدا ہوجانے کی اور دوسری عالمِ آخرت میں ایک مجرم کی حیثیت سے گرفتار ہوکر جانے کی مصیبت، جس سے ہر کافر و منافق اور ہر فاسق و فاجر کو سابقہ پیش آئے گا۔

(۲۱): مطلب یہ ہے کہ جو شخص آخرت کو ماننے کے لیے تیار نہ تھا اس نے وہ سب کچھ سُنا جو اوپر کی آیات میں بیان کیا گیا ہے، مگر پھر بھی وہ اپنے انکار ہی پر اڑا رہا اور یہ آیات سننے کے بعد اکڑتا ہوا اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کی صداقت تسلیم کرنے کا اوّلین اور لازمی تقاضا یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھے۔

(۲۲) اس کا مناسب ترین مفہوم وہ ہے جو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ''جب تو اپنے خالق کے کفر کرنے کی جُرأت کر چکا ہے تو پھر تجھ جیسے آدمی کو یہی چال زیب دیتی ہے جو تو چل رہا ہے۔''

(۲۳) اب کلام کوختم کرتے ہوئے اسی مضمون کا اعادہ کیا جارہا ہے جس سے کلام کا آغاز کیا گیا تھا، یعنی زندگی بعدِ موت ضروری بھی ہے اور ممکن بھی۔

(۲۴) عربی زبان میں اِبل سُدی اُس اونٹ کے لیے بولتے ہیں جو یونہی چھوٹا پھر رہا ہو، جدھر چاہے چرتا پھرے، کوئی اس کی نگرانی کرنے والا نہ ہو۔ اسی معنی میں ہم شُتر بے مہار کا لفظ بولتے ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا انسان نے اپنے آپ کو شُتر بے مہار سمجھ رکھا ہے کہ اس کے خالق نے اس زمین میں غیر ذمّہ دار بنا کر چھوڑ دیا ہو؟ اور کوئی وقت ایسا آنے والا نہ ہو جب اس سے اس کے اعمال کی باز پُرس کی جائے؟ سوال کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی تم نے اپنے آپ کو جانور سمجھ رکھا ہے؟ کیا تمھیں نظر نہیں آتا کہ وہ بے اختیار ہیں اور تم با اختیار۔ پھر تم نے اپنے متعلق یہ کیسے سمجھ لیا کہ جس طرح جانور غیر ذمہ دار اور غیر جواب دہ ہیں۔ اسی طرح تم بھی ہو۔

(۲۵) یہ حیات بعدِ موت کے امکان کی دلیل ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ نطفے سے تخلیق کا آغاز کر کے پُورا انسان بنا دینے تک کا سارا فعل اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور حکمت کا کرشمہ ہے۔ اس بات کو کسی معقول آدمی کی عقل تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرسکتی کہ جو خالق اس طرح انسان کو دنیا میں پیدا کرتا ہے وہ دوبارہ بھی اسی انسان کو وجود میں لے آنے پر قادر ہے۔ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس آیت کو پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے اِس سوال کے جواب میں کبھی بلیٰ (کیوں نہیں)، کبھی سُبۡحٰنَکَ اللّٰھُمَّ فبلی (پاک ہے تیری ذات، خداوند، کیوں نہیں) اور کبھی سُبۡحَانَکَ وَبَلیٰ فرمایا کرتے تھے (ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوداؤد)۔ ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ

سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب تم سورہ تین میں آیت اَلَیْسَ اللہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْن (کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟) پڑھو تو کہو بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذَالِکَ مِنَ الشَّا ھِدِیْنَ (کیوں نہیں، میں اِس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں)۔اور جب سورہ قیامہ کی یہ آیت پڑھو تو کہو بلٰی۔اور جب سورہ مرسَلات کی آیت فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ (اس قرآن کے بعد یہ لوگ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟) پڑھو تو کہو اٰمَنَّا بِا للہِ (ہم اللہ پر ایمان لائے)

ہدایات ومشورے:

☆ طلبہ وطالبات کو قرآن تجوید کے ساتھ پڑھائیں۔

☆ سورہ حفظ کرنے کا شوق پیدا کریں۔

☆ اس طرح پڑھائیں کہ قرآن سے محبت، اسے عمل کی نیت سے سمجھ کر پڑھنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

☆ مختلف تفسیروں کو پڑھنے کا شوق پیدا کریں اور قرآن میں غور کرنے کی تلقین کریں۔

☆ اس طرح پڑھائیں کہ آیات کا مفہوم ذہن نشیں ہو جائے۔اس کے لئے تشریحی نوٹس اور دیگر تفاسیر سے بھی مدد لیں

مشق

(الف) جواب تحریر کرو۔

۱۔ اس سورہ کے نام کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے تحریر کرو۔

۲۔ زمانہ نزول کیا ہے؟

۳۔ سورہ کا موضوع و مضامین کے بارے میں اختصار کے ساتھ اپنے لفظوں میں تحریر کرو۔

۴۔ سورہ میں کل کتنی آیات ہیں؟

۵۔ قرآن مجید میں نفس انسانی کی کتنی قسموں کا ذکر کیا گیا ہے؟

۶۔ نفس انسانی کی ساری قسموں کی تعریف قلم بند کرو۔

۷۔ سورہ کے شروع میں اللہ نے کس چیز کی قسم کھائی ہے اور کیوں؟

۸۔ زندگی بعد موت کا ثبوت قرآن کی کسی آیت سے پیش کرو۔

۹۔ بَرِقَ البصرُ اس جملہ کا استعمال کس وقت کیا جاتا ہے؟

۱۰۔ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ کی تشریح اپنے الفاظ میں کرو۔

۱۱۔ انسان کے آخرت کے انکار کی اصل وجہ کیا ہے؟

۱۲۔ پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی کا کیا مطلب ہے؟

۱۳۔ کس کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہوگا؟

۱۴۔ شتر بے مہار کا لفظ کب بولا جاتا ہے؟

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ جب ’’ اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ َ الْمَوْتٰی ‘‘ کی تلاوت کرتے تو اس کے جواب میں کیا فرماتے؟

(ب) الفاظ کے معانی لکھو۔

بَنَان	....
عَلَقَة	....
الْمَفَر	....
الْعَاجِلَة	....
مَعَاذِیْرَہ	....
نَاضِرَة	....
نَاظِرَةٌ	....
السَّاق	....
بَاسِرَةٌ	....
فَاقِرَ	....

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پُر کیجئے۔

اَلَـمْ یَکُ .... مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی (۳۷) ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً .... فَسَوّٰی (۳۸) فَجَعَلَ مِنْهُ

...........ِ الذَّکَرَ وَ الْاُنْثٰی (۳۹) اَلَیْسَ ذٰلِکَ...........ٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ .... (۴۰)

(د) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھو، صحیح کے سامنے صحیح ( ) کا اور غلط کے سامنے غلط ( ) کا نشان لگاؤ۔

☆ اس سُورہ میں منکرینِ آخرت کو خطاب کر کے ان کے ایک ایک شبہ اور ایک ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔( )

☆ کائنات کا نظام ازلی و ابدی ہے۔( )

☆ انسان کے اندر فطری طور پر بھلائی اور برائی کی تمیز پائی جاتی ہے۔( )

☆ حضرت محمد ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔( )

☆ آخرت میں سب کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا۔ ( )

☆ زندگی بعد موت نہ ضروری ہے اور نہ ممکن ہے۔( )

سبق(۵)

قرآن کا تعارف

لفظ " قرآن، عربی زبان کا ایک مصدر ہے، اس کے لغوی معنی ہیں حروف اور کلمات کو با معنی ترتیب کے ساتھ جوڑ کہ زبان سے ادا کرنا، جس کو عام فہم تعبیر میں پڑھنا کہتے ہیں۔ پھر عربی زبان کے اس عام ضابطے کے مطابق، کہ مصدر اسم مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے، اس لفظ کا اطلاق اس چیز پر بھی ہونے لگا جو پڑھی جائے۔ اس لحاظ سے ہر نوشتے اور ہر کتاب کو، جسے پڑھا جائے، لغت کی رو سے، قرآن کہہ سکتے تھے۔ لیکن جہاں تک محاورے اور واقعی استعمال کا تعلق ہے، ہر کتاب کے لئے قرآن کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے، بلکہ مخصوص طور پر صرف ان ہی کتابوں کی حد تک اس کے استعمال کو محدود رکھا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہوں۔ گویا یہ لفظ اب آسمانی کتابوں کے لئے اسم جنس ہو گیا ہے اور قرآن کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب۔

چنانچہ خود قرآن مجید میں یہ لفظ کئی جگہ اسی معنی میں بولا گیا ہے

یہ تو ہوئے لفظ قرآن کے عام معنی ومفہوم۔اس کے بعد اس لفظ میں مزید خصوصیت آئی. اور اس نے ایک خاص اصطلاح کی حیثیت اختیار کر لی۔ جس سے مراد صرف وہ آخری کتاب الٰہی رہ گئی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ یعنی قرآن اس کتاب الٰہی کے لئے علم ہے، جو اللہ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ۲۳ سالوں میں نازل فرمایا۔ یہ اللہ کا مکمل اور آخری ہدایت نامہ ہے، جس کی حفاظت ذمہ اللہ نے خود لیا۔ یہ ایک معجزہ ہے اور اس کی تلاوت پر بھی ثواب ملتا ہے۔ اس کو سمجھ کر عمل کی نیت سے پڑھنا چاہیئے۔

قرآن کا نام رکھنے کی حکمتیں

قرآن مجید کو "القرآن" کہے جانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا یہ نام تجویز کئے جانے کی اصل حکمتیں تو وہی جانتا ہے، لیکن کچھ بعید نہیں اگر یہ وجوہ اور حکمتیں حسب ذیل ہوں۔

(۱) قرآن انسانی زندگی کا مکمل دستور اور ہمہ وقتی رہنما ہے اس لئے اس کے پیرووں کا اسکے کا ساتھ تعلق بھی مکمل اور ہمہ وقتی ہے۔ اس تعلق کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کاغذ کے صفحات پر نقش رہنے سے زیادہ ان کے قلب پر نقش رہے اور زبانیں اس کی تلاوت میں مصروف رہیں۔ چنانچہ اس کی حفاظت کا اولین اور بنیادی ذریعہ بھی حافظ حقیقی کی طرف سے یہی مقرر فرمایا گیا ہے کہ ہر زمانے میں ہزاروں حفاظ کے سینے اس کے

امانت دار ہوں گے اور لاکھوں زبانیں اس کے ورد سے مترنم رہا کریں گی۔ اس لئے اس کتاب کا نام ہی 'قرآن' رکھا گیا، یعنی وہ کتاب جو پڑھی جائے اور پڑھی جاتی رہے۔

(۲) قرآن کے ذریعہ نزول ہدایت کا وہ سلسلہ اپنے نقطہ کمال کو پہنچا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا تھا اور اس کے اندر اب تک کے نازل ہو چکنے والے سارے ہدایت ناموں کی بنیادی تعلیمات جمع اور محفوظ کر دی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں سے اگر کسی کتاب کی بابت ہم آج یہ معلوم کرنا چاہیں کہ اس کی اصل تعلیم و دعوت کیا تھی تو خود اس نام کی کتاب سے ہمیں پوری کامیابی ہرگز نہیں ہو سکتی اگر یہ کامیابی ہو سکتی ہے تو اسی قرآن کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اس طرح یہ قرآن کہنے کو تو ایک کتاب ہے، مگر فی الواقع پورے سلسلہ وحی اور ساری آسمانی کتابوں کا جامع ہے۔ اس لئے اس کا نام قرآن تجویز فرمایا گیا۔ جس کے لغوی مفہوم ہی میں جمع اور اکٹھا کرنے کے معنی موجود ہیں۔

قرآن مجید کے بعض اور نام بھی ہیں جو اس نے اپنے لئے بکثرت استعمال کئے ہیں۔ مثلاً کتاب، فرقان، ذکر، ذکریٰ، نور، ہدیٰ وغیرہ۔

قرآن کا مقصد نزول

قرآن اللہ کا کلام ہے۔ یہ قیامت تک سارے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سالوں میں نازل ہوا۔ اس کا نزول آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رمضان المبارک کے مہینے میں اس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی۔ اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ (البقرة: ۱۸۵) ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی حق و باطل کی تمیز ہے۔''

اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن کی آیات آپ ﷺ کو سناتے جن کو یاد کر کے آپ ﷺ لکھوا کر محفوظ کر لیتے۔

سورہ

قرآن مجید پورا کا پورا، ایک مسلسل مضمون اور بحث کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ ایک سو چودہ حصوں میں بٹا ہوا ہے، جن کی نوعیت ایک کتاب کے ابواب کی سی سمجھی جا سکتی ہے، ان اجزائے قرآن کو' سورہ' کہا جاتا ہے۔

ہر سورہ کا ایک مستقل موضوع کلام ہوتا ہے، جو پورے قرآن کے جامع اور کلی موضوع کا ایک جزو ہوتا ہے، یا پھر اس سے تعلق رکھنے والے امور میں سے کوئی خاص امر سورہ کی پوری گفتگو اس کے اسی مرکزی مضمون کے اردگرد گھومتی ہے، یہ اپنے مقصد اور موضوع کے مدنظر پوری طرح مکمل ہوتی ہے۔ ہر سورہ کا مرکزی مضمون پہلے اور بعد والی سورتوں کے مرکزی مضامین سے ایک منطقی اور فطری ربط رکھتا ہے۔

سورتوں کے نام توقیفی ہیں۔یعنی یا وحی کے مطابق ہیں۔کئی ایک سورتوں کے ایک سے زائد نام بھی ہیں۔پھران توقیفی ناموں کے علاوہ دوسرے نام بھی ہیں جنہیں اُمت کے اکابر نے مضامین سورہ کی نوعیت ظاہر کرنے کے لئے بعد میں خود رکھ لیا ہے۔لیکن ظاہر ہے کہ ان ناموں کی حیثیت اصل نام کی نہیں ہے۔اصل نام تو وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔خصوصاً ہر سورہ کا وہ نام جو عام طور سے معروف ہے اور قرآن مجید کے نسخوں میں تحریر ہوتا چلا آرہا ہے۔

سورتوں کے نام کسی ایک ہی نہج پر نہیں رکھے گئے ہیں، بلکہ مختلف سورتوں کے نام رکھنے میں مختلف انداز اختیار کئے گئے ہیں۔متعدد سورتوں کے نام اُن کے ابتدائی لفظ ہی کو قرار دے دیا گیا ہے، مثلاً سورہ طہٰ، سورہ یٰس اور سورہ قٓ وغیرہ، بہت سی ایسی ہیں جن کے نام رکھنے کے لئے ان کے اندر کے کسی نمایاں لفظ کو لے لیا گیا ہے، مثلاً سورہ بقر، سورہ زخرف اور سورہ نمل وغیرہ کچھ کے نام رکھنے کے لئے ایسے الفاظ منتخب کئے گئے ہیں جن سے سورہ کے کسی اہم مضمون کی طرف اشارہ ہوتا ہے، مثلاً سورۃ آل عمرآن اور سورہ نور وغیرہ۔بعض کے نام رکھنے میں اُن کے اصل موضوع بحث کو سامنے رکھا گیا ہے۔مثلاً سورۃ براۃ اور سورہ اخلاص وغیرہ۔

آیت

سورہ کے خاص خاص مقدار کے ٹکڑوں کو جن کی حد بندی براہ راست اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، آیت کا نام دیا گیا ہے۔قرآن میں کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔سورتوں کی طرح

آیتوں کی مقدار میں بھی کافی تفاوت ہے،بعض آیتیں اگر ایک دولفظوں پر مشتمل ہیں تو بعض آٹھ دس پر، اور بعض پندرہ بیس پراور بعض اُن سے بھی زیادہ لفظوں پر۔ پھر ضروری نہیں کہ ہر آیت ایک پورا جملہ ہو۔ بلکہ اکثر آیتیں اگر اسی قسم کی ہیں تو بہت سی ایسی بھی ہیں کہ جملہ ان میں سے کسی ایک کے ملنے سے مکمل ہوتا ہے۔اسی طرح اس کے برعکس کتنی ہی آیتیں ایسی بھی ہیں جن میں سے ہر ایک،ایک سے زائد جملوں پر مشتمل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آیتوں کی مقدار مقرر کرنے میں جملوں کی تکمیل کے اصول کو نہیں بلکہ قافیے کے اہتمام کو مقدم رکھا گیا ہے۔جس کی دو اہم مصلحتیں تھیں۔ایک تو یہ کہ عبارت کا مقفیٰ ہونا عربی ادب کے محاسن میں شامل تھا اور اہل عرب اس کے دلدادہ تھے۔دوسری یہ کہ قرآن کریم کے حفظ کر سکنے میں یہ چیز بڑی مدد گار تھی۔اشعار ہی کی طرح مقفی عبارتوں کو بھی انسانی یادداشت جس آسانی سے اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اس کا تجربہ ہر پڑھے لکھے شخص کو ہوگا۔

آیت کے لفظی معنی نشانی اور علامت کے ہیں۔قرآن کی آیتیں ایک اعجازی کلام کے اجزاء ہونے کی حیثیت سے اس کے کلام الٰہی ہونے کی نشانی اور دلیل ہیں، اس لئے انہیں آیت کے لفظ سے موسوم کیا گیا۔قرآن کی آیتیں بجائے خود 'رہنمائی' ہیں، کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اور اس کے احکام و ہدایات کا علم حاصل ہوتا ہے۔اسلئے بھی انہیں 'آیت' کہا گیا۔اسی طرح قرآن صرف احکام و ہدایات ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ اثبات واستدلال کا بھی نام ہے۔اس لئے بھی اس کے اجزاء کو آیت فرمایا گیا تا کہ اس کی یہ صفت آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔آیات قرآنیہ کی اپنے زمانہ نزول کے اعتبار سے، دو قسمیں ہیں۔مکی اور مدنی۔مکی وہ آیتیں کہی جاتی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھیں،

خواہ ان کا نزول مکہ میں ہوا ہو، یا کسی مقام پر۔ مدنی ان آیتوں کو کہا جاتا ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھیں، چاہے یہ نزول مدینے میں ہوا ہو چاہے مدینے سے باہر کسی اور جگہ۔

پارے اور رکوع

قرآن پاک میں کل تیس پارے اور پانچ سو چالیس رکوع ہیں۔ پاروں اور رکوع کی تقسیم عام لوگوں کی آسانیوں کے لئے عمل میں لائی گئی تھیں۔ یہ دور نبوی اور خلافت راشدہ کے زمانے میں نہیں تھیں۔ یہ ان لوگوں کی آسانی کے لیے ہے جو قرآن پاک کو پڑھنا اور حفظ کرنا چاہیں۔ اس کی تقسیم کی بنیاد مہینوں کے دنوں کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ تاکہ قرآن کی تلاوت یومیہ طور پر مناسب مقدار میں کی جا سکے اور ایک ماہ میں کلام پاک کی پوری تلاوت مکمل ہو جائے۔ روزانہ طور پر تلاوت کی ایک متعین مقدار کے تعین کے لئے ان لوگوں نے اس حدیث سے رہنمائی لی ہے۔ جس میں پورے قرآن کو ایک ماہ میں پڑھنے کا معمول بتایا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ "حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے رمضان ہر رات آ کر ملا کرتے اور اس ملاقات میں آپ انہیں قرآن سنایا کرتے تھے" اس حدیث کی بنا پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ قرآن پاک کو ایک ماہ میں ختم کرنا معقول اور پسندیدہ بات ہے۔

رکوع کی تقسیم کے پیچھے یہ مصلحت تھی کہ آیتوں کے درمیان ایسی جگہوں کی نشاندی کر دی جائے جہاں قرآت کا سلسلہ منقطع کرنے میں کوئی نقص اور بے ڈھنگا پن محسوس نہ ہو۔ اس کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ وہ لوگ جو مطالب قرآن کو نہ سمجھ سکتے ہوں وہ خود سے قرأت کا سلسلہ مناسب جگہ ختم

کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جس کو آیتوں کے معنی ہی نہ معلوم ہوں تو وہ کیسے جان سکتا ہے کہ قرآن کا سلسلہ کہاں ختم کرنا مناسب ہے اور کہاں نامناسب؟ وہ تو لازماً ایسی جگہ پر تلاوت ختم کر سکتا ہے جہاں بات بالکل ادھوری رہ گئی ہو۔ انہیں وجوہ سے رکوع کا سلسلہ وجود میں آیا۔

وحی، تفسیر اور مفسر کا مختصر تعارف

عربی زبان میں ''وحی'' کا معنی ہے: جلدی سے کوئی اشارہ کرنا، خواہ یہ اشارہ رمز و کنایہ استعمال کر کے کیا جائے، خواہ کوئی بے معنی آواز نکال کر، خواہ کسی عضو کو حرکت دے کر، یا تحریر و نقوش استعمال کر کے، ہر صورت میں لغۃً اس پر یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں ''وحی'' وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنا کلام اپنے کسی منتخب بندے اور رسول تک پہنچاتا ہے اور اس رسول کے ذریعے تمام انسانوں تک پہنچاتا ہے۔

تفسیر

علم تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کی مدد سے قرآن پاک کے مطلب اور مفاہیم و معنی معلوم کئے جاتے ہیں اور اس میں موجود احکام و مسائل، حکمت اور اسرار رموز سے بحث کی جاتی ہے۔

مفسر

جو شخص کلام عربیت، علم قرأت، اصول دین، اصول فقہ، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ، قصص سے واقفیت اور احادیث نبویہ اور آثار صحابہ پر نگاہ رکھتے ہوئے قرآن کے الفاظ و معانی کی وضاحت کرتا ہو وہ مفسر کہلاتا ہے۔

مشق

(الف) جواب دو۔

۱۔ قرآن کا لغوی واصطلاحی معنی کیا ہے؟

۲۔ اب قرآن کس کتاب کے لیے بولا جاتا ہے؟

۳۔ قرآن کو ''القرآن'' کہے جانے کی حکمتیں اختصار کے ساتھ تحریر کرو۔

۴۔ قرآن مجید کا مقصد نزول کیا ہے؟

۵۔ حضرت محمد ﷺ کو قرآن کی آیات کون سناتا تھا اور آپ ﷺ سن کر کیا کرتے تھے؟

۶۔ سورہ کس کو کہا جاتا ہے؟

۷۔ قرآن کی سورتوں کے نام توقیفی ہیں، کا کیا مطلب ہے؟

۸۔ آیت کا لفظی مفہوم بتاتے ہوئے بتائیں کہ قرآن مجید میں کل کتنی آیات ہیں؟

۹۔ آیتوں کی مقدار مقرر کرنے میں اکثر قافیے کے اہتمام کو مقدم رکھا گیا ہے، اس کی کیا حکمت ہے؟

۱۰۔ قرآن کریم میں کل کتنے پارے اور کل کتنے رکوع ہیں؟

۱۱۔ پارے اور رکوع کی تقسیم کب اور کیوں عمل میں آئی؟

۱۲۔ وحی، تفسیر اور مفسر کی تعریف لکھیں۔

(ب) مندرجہ ذیل جملوں کو صحیح کر کے اپنی کاپی میں لکھو۔

۱۔ قرآن مجید انسانی زندگی کا ادھورا دستور ہے اور اپنے نزول کے وقت کے لوگوں کی رہنمائی کے لیے نازل کیا گیا تھا۔

۲۔ قرآن کریم سائنس کی کتاب ہے۔

۳۔ قرآن کا نزول ماہ رجب میں شروع ہوا۔

۴۔ قرآن کی آیات حضرت میکائیل علیہ السلام نبی ﷺ کو سناتے تھے۔

۵۔ قرآن کی کل سورتوں کی تعداد ایک سو پندرہ ہے۔

۶۔ قرآن کے کل تیس پارے اور پانچ سو سترہ آیتیں ہیں۔

۷۔ قرآن پاک کو ایک ماہ میں ختم کرنا معقول اور پسندیدہ بات ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل عبارت کو غور سے پڑھو اور اسی سے متعلق تین سوالات بناؤ پھر ان کے جواب بھی لکھو۔

آیت کے لفظی معنی نشانی اور علامت کے ہیں۔قرآن کی آیتیں ایک اعجازی کلام کے اجزاء ہونے کی حیثیت سے اس کے کلام الٰہی ہونے کی نشانی اور دلیل ہیں، اس لئے انہیں آیت کے لفظ سے موسوم کیا گیا۔قرآن کی آیتیں بجائے خود 'رہنمائی' ہیں، کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اور اس کے احکام و ہدایات کا علم حاصل ہوتا ہے۔اسلئے بھی انہیں 'آیت' کہا گیا۔اسی طرح قرآن صرف احکام و ہدایات ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ اثبات و استدلال کا بھی نام ہے۔اس لئے بھی اس کے اجزاء کو آیت فرمایا گیا تا کہ اس کی یہ صفت آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔آیات قرآنیہ کی اپنے زمانہ نزول کے

اعتبار سے، دوقسمیں ہیں۔مکی اور مدنی۔مکی وہ آیتیں کہی جاتی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھیں، خواہ ان کا نزول مکہ میں ہوا ہو، یا کسی مقام پر۔ مدنی ان آیتوں کو کہا جاتا ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھیں، چاہے یہ نزول مدینے میں ہوا ہو چاہے مدینے سے باہر کسی اور جگہ۔

(د) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کرو۔

رکوع کی تقسیم کے پیچھے یہ............تھی کہ آیتوں کے درمیان ایسی اس جگہوں کی نشاندی کر دی جائے جہاں قرآت کا سلسلہ منقطع کرنے میں کوئی ....اور بے ڈھنگا پن............ نہ ہو۔ اس کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ وہ لوگ جو مطالب............کو نہ سمجھ

سکتے ہوں وہ خود سے قرأت کا سلسلہ............جگہ ختم کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جس کو آیتوں کے............ہی نہ معلوم ہوں تو وہ کیسے جان سکتا ہے کہ قرآن کا ....کہاں ختم کرنا مناسب ہے اور کہاں..................؟ وہ تو لازما ایسی جگہ پر تلاوت ختم کرسکتا ہے جہاں بات بالکل............ رہ گئی ہو۔ انہیں وجوہ سے رکوع کا............وجود میں آیا۔

سبق (٦)

قرآن کے امتیازات

خالق کائنات اللہ رب العالمین نے جب اس دنیا پر انسان کی تخلیق کا ارادہ کیا تو اس کی مادی ضروریات کی تکمیل کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی، ان کی تخلیق کر دی۔ اسی کے ساتھ ان چیزوں کے حسن استعمال، انسانوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے استعمال میں لانے کے طریقے، بہتر اور اعلیٰ و معیاری زندگی بسر کرنے، دنیا کے نظام کو عدل وانصاف کے ساتھ چلانے، امن کے قیام اور اور تعمیر و ترقی کے لیے ہدایت کا انتظام بھی فرمایا۔ جس کے مطابق زندگی گزارنے سے دنیوی اور اخروی نجات ملے گی۔ اسی سلسلہ کا آخری اور مکمل ہدایت نامہ قرآن مجید ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اللہ نے رہتی دنیا تک کے سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے آخری رسول

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ یہ چونکہ خالق، علیم وخبیر اور حکیم کا کلام ہے۔ اسی لیے یہ سارے انسانی کلام سے ممتاز ہے۔ اس کے چند امتیازات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

ا۔ یہ ہر شک اور شبہ سے پاک ہے

قرآن کریم یہ ایسی واحد کتاب ہے جس میں کہیں کسی مقام پر کوئی بات شک وشبہ کے انداز میں پیش نہیں کی گئی ہے۔ ہر اصول اور ہر حکم اس میں ٹھوس اور یقینی ہے۔ ہر بات یقین وتحدّی کے ساتھ کہی گئی ہے۔ اس کا ایک ایک فقرہ یہ حقیقت پیش کرتا ہے کہ اس کی کسی بات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے۔ کہیں کسی سطر میں کوئی ایسی کمزوری نہیں جھلکتی، جیسی بالعموم انسانی تصانیف وتحریر میں پائی جاتی ہے۔ یہ کتاب کتابِ حق اور کتابِ یقین ہے اور آغاز ہی میں کتاب کا تعارف کراتے ہوئے کہہ دیا گیا ہے کہ **الم ذالک الکتاب رَیْبَ فِیْہِ** (البقرہ ۲ : ۱ . ۲) " الف لام میم، یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے"۔

۲۔ سارے انسانوں کی ہدایت نامہ ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کسی خاص قوم، ملک یا براعظم کے لیے نہیں بلکہ پوری دنیا کے سارے انسانوں کے لیے نازل فرمایا ہے۔ اسی لیے پوری نوع انسانی اس کی مخاطب ہے۔ اللہ فرماتا ہے: **تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا** (فرقان : ۱) ترجمہ: اور بڑی برکتوں والا ہے وہ اللہ جس نے یہ حق وباطل کو پوری طرح واضح کر دینے والا قرآن اپنے نیک بندے پر نازل کیا۔ تاکہ وہ سارے جہان کو خبردار کرے۔

دوسری جگہ ارشان باری ہے

شَھۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ(البقرۃ ۱۸۵)

ترجمہ: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

یہ قرآن دنیا کے سارے انسانوں کے لیے اللہ کا مکمل اور آخری ہدایت نامہ ہے۔ قیامت تک سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ یہ جس آخری نبی ورسول پر نازل ہوا اللہ نے ان کو بھی سارے انسانوں کا نبی ورسول بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔" (سبا:۲۸) دوسری جگہ ارشاد باری ہے: ''اے نبی کہہ دو کہ اے انسانوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔'' (الانعام: ۱۹۷) قرآن میں اس بات کا مزید کئی جگہوں پر ذکر ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سارے انسانوں کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ صلہ وسلم نے فرمایا: میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اس سے پہلے جو نبی بھی گذرا ہے وہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کا یہ امتیاز ہے کہ وہ قیامت تک سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔

۳۔مکمل ہدایت نامہ

قرآن ہر جہت سے ایک مکمل ہدایت نامہ ہے۔ یہ پیدائش سے لیکر موت تک ہر لمحہ اور ہر کام کا طریقہ بتا تا ہے۔ یہ روحانی اور مادی دونوں پہلو کے لیے مکمل نظام اور کامل ہدایت و رہنمائی کرتا ہے۔ عقیدہ، عبادات، اخلاقیات، معاشیات اور سیاست غرض زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل ہدایت و رہنمائی کرتا ہے۔قرآن کو سمجھ کر پڑھنے والے کو زندگی کے کسی راستہ پر حیران و پریشان ہونا نہیں پڑتا ہے۔ بلکہ واضح ہدایات ملتی ہیں۔ اس کی تعلیمات و ہدایات میں انسان کی دنیوی بھلائی اور اخروی نجات ہے ۔ارشادربانی ہے: (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا(المائدة :۳)

ترجمہ:" آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے۔''

اس لئے ہم اپنا ہر کام قرآن کی ہدایت کے مطابق کرتے ہیں۔

۴۔قرآن محفوظ

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلا کو اس زمین پر بھیجا۔اسی وقت فرمایا تمہارے پاس میری ہدایت آئے گی جو اس کے مطابق زندگی گزا کرے گا اس کو نہ خوف لاحق ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوگا۔ اپنے اس فرمان کے مطابق اللہ نے ہر قوم میں اپنا رسول اور نبی معبوث فرمایا۔ان میں سے بہت ساروں کو اپنے صحیفے اور کتابیں دیں۔لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ان کتابوں کے حاملین نے ایک دوسرے کے استحصال

کے لیےاوراپنے حقیر مفادات کے حصول کے لئے کتابوں میں تحریف کردی یاان کوضائع کر دیا۔لیکن اللہ تعالی نے اپنے آخری اور مکمل ہدایت نامہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خودلیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر: ۹)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔'' اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آج تک قرآن پورا محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔

۵۔منظّم ومرتب ہے

قرآن کا مرکزی موضوع انسان ہے۔ یہ اسی کی ہدایت و رہنمائی کے نازل کیا گیا ہے۔مکمل قرآن اپنے مرکزی عنوان سے جڑا ہوا ہے۔نظم کلام کی اس سے بہتر مثال نہیں ملتی۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس لیےاس میں ایک حرف بھی زائد یا کم نہیں۔اس میں چاہے وعظ ونصیحت کیا جارہا ہو، چاہے احکامات و ہدایات دی جارہی ہوں یا نبیوں اور قوموں کے واقعات بیان کئے جارہے ہوں۔سب مرکزی موضوع کے اردگرد گھومتے ہیں۔ باتوں میں کسی طرح کی کمی بیشی یا اختلافات نہیں پائے جائے۔اللہ کا فرمان ہے: أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (النساء: ۸۲)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پائے جاتے۔'' قرآن پر غور کرنے پر ہم پاتے ہیں کہ یہ کلام خود شہادت دے رہا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ کسی دوسرے کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔کوئی انسان اس بات پر قادر نہیں ہوسکتا ہے

کہ سالہا سال تک مختلف مواقع مختلف حالات پر اور مختلف مضامین پر تقریر کرتا رہے اور اول سے آخر اس کی ساری تقریریں ایسا ہموار یک رنگ اور مناسب مجموعہ بن جائے جس کا کوئی جزء دوسرے جزء سے متصادم نہ ہو، جس میں مکمل یکسانیت ہو، جس میں نفسانی کیفیات کا کوئی رنگ نہ ہو اور جس پر نظر ثانی کی کبھی ضرورت نہ ہو۔

۶۔حق و باطل میں امتیاز کرنے والی ہے۔

قرآن پاک کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حق و باطل، خیر و شر، اچھے اور بُرے کے درمیان تمیز قائم کرنے والی ہے۔قرآن کا جب نزول ہوا تو اس نے اپنے دور کے رائج الوقت فکری، اعتقادی اور اخلاقی مرکبات واضداد کا تجزیہ کر کے خیر و شر کو الگ الگ چھانٹ دیا، اس نے صاف صاف ہدایت دی تھی کہ: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (البقرہ۲:۴۲) باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ۔ الغرض قرآن حقائق کو نتھار دینے والی اور ضد کو چھانٹ کر الگ کر دینے والی کتابِ مبین ہے۔اس مقصد کے لیے اس نے جابجا تقابلی انداز اختیار کیا ہے۔ایمان اور کفر کو، توحید اور شرک کو، خلوص اور نفاق کو، بہادری اور بزدلی کو، آخرت پسندی اور دنیا پرستی کو، حق اور باطل کو، عدل اور انصاف کو، اطاعت اور انحراف کو، فحاشی اور حیا کو، سخاوت اور بخل کو، اسراف اور انفاق کو، نفسانیت اور ایثار کو، ایک دوسرے کے آمنے سامنے رکھ کر ان کے اثرات و نتائج پر بحث کی ہے۔

۷۔قرآن آفاقی ہے۔

قرآنی تعلیمات آفاقی اور بین الاقوامی ہے۔ یہ کسی خاص زمانے کی مخصوص ضرورتوں اور کسی

ایک قوم کے مخصوص تقاضوں کو سامنے رکھ کر ہدایت نہیں دیتا۔ بلکہ صرف انسان اور انسانی فطرت کو سامنے رکھتا ہے۔ اس لیے ہر زمانے ہر نسل و ہر قوم ہر خطے کے لوگوں کے لیے یکساں طور پر موزوں اور مطابق حالات وکوائف اور ضرورت ہے۔ قرآن کی یہی امتیازی صفت ہے کہ وہ اپنے لائے ہوئے دین کو دین فطرت کہتا ہے اور دنیا کے سامنے ان لفظوں میں اعلان کرتا ہے۔ إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (بنی اسرائیل: ۹) "بلاشبہ یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔"

۸۔اللہ کی آخری کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو اس دھرتی پر بھیجا تو اسی وقت فرمایا: قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ(البقرة ۳۸)

ترجمہ: ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس تابعداری کرنے والوں پر کوئی خواف وغم نہیں

اپنے منصوبے کے مطابق اللہ رب العالمین اپنی ہدایت بھیجتا رہا۔ لیکن لوگ ایک دوسرے کے استحصال اور ایک دوسرے پر

ظلم کرنے کے لیے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایات میں کمی بیشی کرتے یا اس کو بھلاتے رہے۔ جب دنیا اس مرحلے میں پہنچ گئی کہ پوری دنیا کے لیے ایک ہی ہدایت نامہ کی ضرورت ہو اور اس ہدایت نامہ کو محفوظ کرنے کے ذرائع بھی وجود میں آگئے تو اللہ نے رہتی دنیا کے سارے انسانوں کے لیے اپنا آخری اور مکمل

ہدایت نامہ اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

چنانچہ یہ قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے۔ اب کوئی کتاب نازل نہیں کی جائے گی۔ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
غیر مبہم انداز میں بھی اس کی صراحت کردی ہے۔

إنَّ الرسالةَ و النُّبوَّةَ قد انقطعتْ، فلا رسولَ بعدی و لا نبیَّ منْ بَعْدیْ (ترمذی)''اس میں کوئی شک نہیں کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ پس میرے بعد اب نہ کوئی رسول آئے گا نہ کوئی نبی'' اور قرآن نے اپنے لانے والے کے بارے میں یہ فیصلہ سنایا۔" بلکہ اللہ کے رسول اور سب سے آخری نبی ہیں۔ (احزاب)

۹۔ پچھلی کتابوں کو منسوخ کرنے والی اور مصدق ہے۔

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ پچھلے رسول کی امتیوں نے اپنے رسولوں پر نازل شدہ کتب کو یا تو ضائع کر دیا یا ان میں تحریف کر ڈالی۔ دنیا ضلالت و گمراہی کے اندھیرے میں ڈوب گئی۔ پھر اللہ رب العالمین نے اپنے منصوبہ کے مطابق اپنا آخری و مکمل ہدایت نامہ قرآن مجید نازل فرمایا۔ جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی اصل تعلیمات کو صحیح شکل میں پیش کرتا ہے۔ ان تحریف شدہ کتابوں کو منسوخ کر کے آخری اور فائنل الٰہی تعلیمات و ہدایات پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **نَــزَّلَ عَــلَیْکَ الـکتـابَ بِـالـحـقِّ مُصَدِّقاً لِمَابَیْنَ یَدَیْہِ** (آل عمران: (۳) ''جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے۔"

اب قرآن کے علاوہ کوئی بھی کتاب اللہ ہدایت حاصل کرنے اوراس کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے اللہ کے حضور قابل قبول نہیں ہے۔

۱۰۔نجات کے لیے قرآن پر ایمان لانا اوراس پر عمل کرنا شرط ہے۔

اللہ نے انسانوں کو زمین پر بھیجتے ہی وقت فرما دیا تھا کہ میں زندگی گزارنے کے لئے اپنی ہدایت بھیجوں گا۔ جواس کے مطابق زندگی گزارے گا اس کو نہ خوف ہوگا نہ وہ پریشان ہوگا۔اسی لئے اللہ نے ہر قوم میں ھادی بھیجا۔لیکن جب لوگوں اللہ کی بھیجی ہدایت کو بھلا دیا یا اس میں تحریف کردی اور اپنی من مانی زندگی گزارنے لگے تو دنیا شر وفساد کا گہوارہ بن گئی۔ پھر اللہ کو رحم آیا اوراس نے پھر اپنا رسول بھیجا۔لوگوں نے پھران کی لائی ہوئی ہدایت کے ساتھ بھی وہی کیا۔ یہاں تک کہ اللہ کے اپنے منصوبہ کے تحت وہ وقت آیا کہ سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے ایک ہی رسول بھیجا جائے اوراس پر اپنا آخری اور مکمل ہدایت نامہ نازل کردیا جائےتو اللہ نے سارے انسانوں کی ہدایت وررہنمائی کے لیے قرآن نازل فرمایا جو پچھلی کتابوں کی مصدق ہے اور یہ مکمل طور پر محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔اللہ اوراس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اب سارے انسانوں کو فلاح ونجات پانے کے لیے قرآن پر ایمان لانا اورصرف اس پر عمل کرنا شرط ہے۔

۱۱۔قرآن ایک معجزہ اور کتاب الٰہی ہونے کا خود ثبوت ہے۔

قرآن اللہ کا کلام ہونے پر خود ثبوت ہے۔یہ ایسا کلام ہے جو اللہ کے علاوہ کوئی پیش نہیں کرسکتا۔ اس کا نظم کلام، اس کی پیشن گوئیاں، اس کی آفاقی اور فطری تعلیمات، اس کے قابل عمل اور سہل التنفیذ

احکامات ہر جگہ اور ہر زمانے میں یکساں ہیں۔اس کے ہر کمی بیشی سے پاک عملی حقائق اور اس کی فصاحت و بلاغت سب اس کے کلام الٰہی ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ ایک کھلا معجزہ بھی ہے۔قرآن نے پانچ مقامات پر کھلا چیلنج کیا ہے کہ قرآن کے اللہ کے کلام ہونے میں اگر شک ہے تو کہیں کہا گیا اس جیسا قرآن بنا کر پیش کرو اور کہیں کیا گیا ہے کہ اس کی ایک سورہ جیسی بھی کوئی سورہ بنا کر لاؤ۔فرمان باری ہے:

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (البقرۃ:۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ۔تمہیں اختیار ہے کہ اللہ کے سوا اپنے مدد گاروں کو بھی بلا لو اور اگر تم سچے ہو۔'' صدیاں گزر گئیں سارے انسان اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہیں۔قیامت تک کوئی بھی ایسا کلام پیش نہیں کر سکے گا۔ جو واضح ثبوت ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

۱۲۔حفظ کے لیے آسان ہے۔

اللہ نے اس کی حفاظت صرف اوراق میں محفوظ کر کے نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کو کڑوروں لوگوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کو یاد کرنا اللہ نے آسان بنا دیا۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کے حفظ کے لیے لوگوں میں رغبت پائی جاتی ہے۔جس کے حفظ کے لیے ادارے قائم کیے جاتے ہیں۔جس کے حافظ کی دنیا میں بھی لوگوں کے دلوں میں عزت واحترام پایا جاتا ہے اور اس کتاب کے

حافظوں کے لیے اللہ نے بڑے انعامات رکھے ہیں۔

قرآن مجید کے چند امتیازات اور فضیلتوں کا ذکر کیا گیا۔ تا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ اس کا یقین دلوں میں راسخ ہو جائے۔ اس سے محبت پیدا ہو، ایمان والے خوش دلی سے اس کی تلاوت کیا کریں اس کو سمجھ کر پڑھیں۔ اس پر خود عمل کریں اور اس کی تعلیمات دوسروں تک پہنچائیں، دنیا میں فلاح نصیب ہو اور آخرت میں نجات ملے۔

مشق

(الف) جواب دو۔

۱۔ آخری اور مکمل ہدایت نامہ کیا ہے؟

۲۔ اللہ نے قرآن کیوں نازل فرمایا؟

۳۔ قرآن کیوں انسانی کلام سے ممتاز ہے؟

۴۔ اس سبق میں قرآن کے کتنے امتیازات کا ذکر ہے اور وہ کون کونسے ہیں؟

۵۔ قرآن ہر شک وشبہ سے پاک ہے، ثابت کرو؟

۶۔ قرآن سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ قرآن سے اس کی دلیل دو۔

۷۔ لوگوں نے پچھلی اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں میں تحریف کیوں کی؟

۸۔ قرآن کیوں ایک معجزہ ہے؟

۹۔ قرآن کے کتاب الٰہی ہونے پر شک کرنے والوں اس جیسی کتاب یا کوئی سورۃ بنا کر لانے کے لیے کتنے مقامات پر چیلنج کیا گیا ہے؟

۱۰۔ قرآن میں کوئی تحریف کیوں نہیں کرسکتا؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کرو۔

قرآن مجید کے چند .... اور فضیلتوں کا ذکر کیا گیا۔ تا کہ یہ .... ہے۔ اس کا یقین دلوں میں .... ہو جائے۔ اس سے .... پیدا ہو، ایمان والے خوش .... سے اس

کی ....کیا کریں اس کو سمجھ کر پڑھیں ۔اس پر خود...................کریں اور اس کی ....

دوسروں تک پہنچائیں، دنیا میں فلاح....................ہو اور آخرت میں............ ملے۔

(ج) مندرجہ ذیل جملوں کو غور سے پڑھو اور صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان (   ) اور غلط جملہ کے سامنے غلط کا نشان (   ) لگائیں۔

☆ قرآن حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کلام ہے۔(   )

☆ اللہ علیم و خبیر اور حکیم ہے۔ (   )

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب والوں کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔(   )

☆ قرآن صرف روحانیت کے لئے مکمل تعلیم دیتا ہے۔ (   )

☆ قرآن کا مرکزی موضوع انسان ہے۔ (   )

☆ قرآن اپنے لائے ہوئے دین کو دین فطرت نہیں کہتا۔(   )

☆ سارے انسان قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ (   )

☆ قرآن کو حفظ کرنا اور اس کو یاد رکھنا بہت مشکل ہے۔(   )

سبق(۷)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

امام نووی جنہیں امام نووی یا امام النووی بھی کہا جاتا ہے ان کی زندگی ۴۶ سال کی بہت مختصر تھی ،لیکن اس مختصر عرصے میں انہوں نے مختلف موضوعات پر کثیر تعداد میں کتابیں لکھیں اور ان کی ہر کتاب کو ایک قیمتی خزانہ تسلیم کیا گیا۔

نام و نسب

نام یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام النووی الدمشقی ،لقب محی الدین اور کنیت ابوزکریا ہے۔ ان کے آبائی شہر نوا کی مناسبت سے النووی نام سے مشہور ہوے۔ ویسے اپنے جدامجد حزام کی طرف منسوب ہو کر حزامی بھی کہلاتے ہیں۔

پیدائش

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش محرم الحرام 631ھ (1233ء) میں شام کے دارالحکومت دمشق کے زیرانتظام ایک نوا نامی گاؤں میں ہوئی۔ ان کے والد بہت متقی اور پرہیزگار تھے اور پرہیزگار ہونے کی وجہ سے اپنے گاؤں نوا میں کافی مشہور تھے۔

تعلیم

بچپن سے پڑھائی کی طرف رجحان تھا، انہیں کسی بھی ایسی سرگرمی سے نفرت تھی جو انہیں قرآن حفظ کرنے سے دور کردے۔ ایک موقع پر بچوں نے انہیں زبردستی اپنے ساتھ کھیلنے پر مجبور کیا اور وہ وقت ضائع کرنے کی وجہ سے رو پڑے۔ نوا میں ان کے استاد نے یہ واقعہ امام النووی کے والد تک پہنچایا جو ایک نیک اور پرہیزگار آدمی تھے۔ اپنے بیٹے کی سیکھنے کی جستجو کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے اپنے بیٹے کی زندگی اسلامی عقیدہ کی خدمت اور فروغ کے لیے وقف کرنے کا فیصلہ کیا۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ وہیں قرآن کریم حفظ کیا۔ ۶۵۰ ھجری میں اپنے والد محترم کے ساتھ علوم وفنون کے گہوارہ دمشق چلے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر انیس سال تھی۔ المدرسہ الرواحیہ میں داخلہ لیا۔ بڑے ذہین تھے صرف ساڑھے چار ماہ میں شیرازی کی کتاب ''التنبیہ'' پوری یاد کر لی اور ساڑھے سات ماہ میں ''کتاب المھذب کی عبادات میں سے ربع حصہ یاد کر لیا۔ انہوں دار الحدیث سے بھی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے بہت سارے عظیم اسلامی اسکالرز جیسے اسحاق ابن احمد

المغربی المقدسی، عبدالرحمان الانباری اور عبدالعزیز الانصاری سے حدیث، اسلامی فقہ اور اصولوں کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے صحیح مسلم کی تعلیم ابواسحاق ابراہیم الواسطی سے حاصل کی۔

علم کا حصول ان کی پوری زندگی پر حاوی رہا۔ وہ اپنا سارا وقت مطالعہ، سیکھنے اور پڑھانے میں لگا دیتے۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ وہ سوتے نہیں تھے سوائے اس کے کہ جب نیند ان پر غالب آجائے۔ وہ اپنی کتاب پر آرام کرتے اور کچھ دیر سوتے، پھر بیدار ہوتے ہی چونک کر پڑھنے لگ جاتے۔ انہوں نے اپنے بارے میں کہا۔ "میں نے دو سال بغیر زمین پر لیٹے سونے کے لیے اپنے پہلو میں گزارے"

انہوں نے 24 سال کی عمر میں مکتبِ اشرفیہ میں پڑھانا شروع کیا۔ ایک عالم کی حیثیت سے ان کی شہرت اور فضیلت کو دمشق کے علماء اور باشندے تسلیم کرنے لگے۔ اس عرصے میں آپ نے 1253ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔

سادگی و کفایت شعاری

انہوں نے انتہائی سادگی کے ساتھ، سادہ اور معمولی زندگی گزاری حالانکہ ان کے تدریسی مقام اور اثر ورسوخ کے پیش نظر ان کے لیے شاہانہ زندگی گزارنا ممکن تھا۔ بعض روایات میں بتایا گیا ہے کہ ان کے پاس صرف لباس، پگڑی اور لمبا گاؤن تھا۔ انہوں نے دنیا کی کسی لذت کی تمنا نہ کی۔ ایک وقت میں وہ کچھ سوکھی روٹیاں اور زیتون کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے تھے جو اس کے والد انہیں وقتاً فوقتاً نوا سے بھیجتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ انہیں یقین تھا کہ وہ کھانا جائز و حلال ذرائع سے آتا ہے۔

اس دنیا میں نووی کی واحد مادی ملکیت کتابیں تھیں۔ ان کا چھوٹا سا کمرہ کتابوں کے گودام کی طرح تھا اور ان کا مقصد محض ایک بڑی لائبریری نہیں تھا۔ ان کی کتابیں سجاوٹ یا نمائش کے لیے نہیں تھیں۔ ان کے اس کتابی سرمایہ سے بعد کے دوسرے لوگوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔

تصانیف اور کتابیں

النووی نے سنہ 663 یا 664 میں لکھنا شروع کیا۔ انہوں نے بارہ یا تیرہ سال کے عرصے میں تاریخ اسلام کی چند اہم ترین تصانیف مرتب کیں۔ ان کے چند اہم کام جو انھوں نے اس مختصر وقت میں مکمل کیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ریاض الصالحین ۲۔ المنہاج بشرح صحیح مسلم ۳۔ المجموع شرح المذھب ۴۔ منہاج الطالبین

۵۔ تہذیب الاسماء واللغۃ

۶۔ تقریب التسیر ۷۔ الاربعین النویۃ ۸۔ کتاب الذکر ۹۔ شرح سنن ابوداؤد ۱۰۔ شرح صحیح البخاری ۱۱۔ مختصر ترمذی

۱۲۔ طبقات الشافیہ ۱۳۔ روضۃ الطالبین ۱۴۔ بوستان العارفین۔

ان کے شاگرد

اپنی تحریروں کے علاوہ یقیناً النووی نے متعدد طلبہ پر اپنا اثر ڈالا۔ انہوں نے کئی سال تک پڑھایا اور بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ ان کے چند معروف طلباء یہ ہیں۔

۱۔ ابن العطار ۲۔جمال الدین المزی ۳ ابوالعباس ابن فارہ ۴۔ البدر محمد ابن جماعۃ ۵۔ ابو الربیع الہاشم

النووی اور حاکم وقت

النووی کی زندگی کے زیادہ تر عرصے میں مسلمانوں کا رہنما السلطان الظاہر تھا۔ وہ ایک جنگی ہیرو تھا۔اسی نے منگولوں کا مقابلہ کیا اور انہیں زبردست شکست دی۔ تاہم ان کی حیثیت اور مقبولیت اور رہنما ہونے کے باوجود امام النووی ان کی غلطی پر انہیں برملا ٹوک دیا کرتے تھے۔ ایک موقع پر النووی نے مسلمانوں کی طرف سے سلطان کو ایک خط بھیجا۔اس پر کئی دوسرے علماء نے بھی دستخط کیے تھے۔ یہ خط امام النووی کی طرف سے حکمراں سے شام کے باشندوں پر عائد ٹیکسوں کو کم کرنے کی درخواست تھی۔اس کے جواب میں حکمران نے دعویٰ کیا کہ اسے جہاد کی خاطر یہ ٹیکس جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ حاکم امام النووی سے بہت ناراض ہوا۔ اس لیے اس نے اسے دمشق سے نکالنے کا فیصلہ کیا۔ نقصان اور خانہ جنگی سے بچنے کے لئے امام النووی نے ان کی بات مان لی۔ دمشق میں رہ کر حکمران کی مخالفت کرنے سے عوام میں افراتفری پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ وہ دمشق چھوڑ کر اپنے آبائی شہر نوا چلے گئے۔اس وقت کے علماء النووی کو دمشق واپس لانے کی دوبارہ کوشش کرنے لگے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ دمشق میں داخل نہیں ہوں گے اگر الظاہر اب بھی وہاں موجود ہے۔

موت اور تدفین

نوا میں اپنے آبائی شہر واپس آنے کے بعد امام النووی بیمار ہو گئے اور چھیالیس سال کی عمر میں آپ کی وفات 24 رجب 676ھ (1277ء) کو ہوئی۔ آپ کو نوا میں ہی دفن کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ امام النووی کو ان کی تمام کوششوں جو صرف اللہ کی رضا کے لیے کی گئی تھیں انہیں قبول فرما کر اجر عطا فرمائے۔ (آمین)۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ امام نوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ونسب کے بارے جو جانتے ہو بیان کرو۔

۲۔ امام نوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کب ہوی؟

۳۔ ان کی تعلیم کے بارے جو کچھ جانتے ہو اختصار سے لکھو۔

۴۔ انہوں نے کب حج کیا؟

۵۔ ان کی خاص تصانیف کا ذکر کرو۔

۶۔ ان کے چند مشہور طلبہ کے نام بتاؤ۔

۷۔ النووی کی زندگی کے زیادہ تر عرصے میں مسلمانوں کا رہنما کون تھا۔

۸۔ امام نوی رحمۃ اللہ علیہ نے دمشق چھوڑنے کا فیصلہ کیوں کیا؟

۹۔ وہ دمشق چھوڑنے کے بعد کہاں گئے؟

۱۰۔ امام نوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال کب اور کہاں ہوا؟

(ب) مندرجہ ذیل جملوں کی تصحیح کر کے صحیح جملے اپنی کاپی میں لکھو۔

☆ امام نوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۳ سال کی عمر پائی۔

☆ امام نوی رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے کھیل کود کی طرف رجحان تھا۔

☆ انہوں نے ۵۶ سال کی عمر میں مکتب اشرفیہ میں پڑھانا شروع کر دیا۔

☆ اس دنیا میں نووی کی واحد مادی ملکیت کتابیں تھیں۔

☆ امام نوی حاکم وقت کو ان غلطیوں پر بر ملا ٹوکنے سے گریز کرتے تھے۔

☆ النووی کی زندگی کے زیادہ تر عرصے میں مسلمانوں کا رہنما السلطان الظاہر تھا۔

☆ ان کی وفات 4 رشعبان ۶۶۸ھ کو ہوئی۔

☆ ان کو دمشق میں دفن کیا گیا۔

(ج) مندرجہ ذیل تحریر کو غور سے پڑھو اس سے متعلق تین سوالات ترتیب دے کر ان کے جواب دو۔

انہوں نے انتہائی سادگی کے ساتھ، سادہ اور معمولی زندگی گزاری حالانکہ ان کے تدریسی مقام اور اثر ورسوخ کے پیش نظر ان کے لیے شاہانہ زندگی گزارنا ممکن تھا۔ بعض روایات میں بتایا گیا ہے کہ ان کے پاس صرف لباس، پگڑی اور لمبا گاؤن تھا۔ انہوں نے دنیا کی کسی لذت کی تمنا نہ کی۔ ایک وقت میں وہ کچھ سوکھی روٹیاں اور زیتون کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے تھے جو ان کے والد انہیں وقتاً فوقتاً نواسے بھیجتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ انہیں یقین تھا کہ وہ کھانا جائز وحلال ذرائع سے آتا ہے۔

(د) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کرو۔

علم کا حصول ان کی .... زندگی پر حاوی رہا۔ وہ اپنا سارا وقت ....، سیکھنے اور پڑھانے میں لگا دیتے۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ وہ .... نہیں تھے سوائے اس کے کہ جب نیند ان پر .... آجائے۔ وہ اپنی ...... پر آرام کرتے اور کچھ دیر سوتے، پھر .... ہوتے ہی چونک کر .... لگ جاتے۔ انہوں نے اپنے بارے میں کہا۔"میں نے .... بغیر زمین پر لیٹے سونے کے لیے اپنے .... میں گزارے"

سبق (۸)

حدیث کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے قرآن مجید اپنے آخری نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ پر نازل فرمایا۔ تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس ہدایت کی تعلیم دیں، اس کے منشاء و مدعا کو سمجھائیں اور اس کی تشریح و تبیین کریں۔ اس کے مطابق عمل کر کے دکھائیں اور اگر اس کے مطابق عمل ہو رہا ہو تو اس کی تائید فرمائیں۔ نبی صلی علیہ وسلم کے انہیں قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی قرآن کی عملی تطبیق تھی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں سوال پوچھا گیا تو انہوں کے جواب دیا" کان (خلقه القرآن مسند احمد 24601) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی ہدایات و تعلیمات کی عملی

شکل ہیں۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کو سمجھنے، اس کے اصل مفہوم تک پہنچنے اوراس کے احکامات کو صحیح شکل میں عمل کرنے کے لیے حدیث ضروری ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے کر یہ اعلان فرمادیا کہ قرآن مکمل محفوظ ہے۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی واضح لفظوں میں فرمادیا کہ درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بہترین نمونہ ہے۔(احزاب (۱۲)

الغرض دین اسلام کو جاننے، قرآن کی ہدایات کو سمجھنے، اوراس پرعمل کے لیے حدیث لازمی اور ضروری ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں حکم دیا: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (سورة الحشر:۷)" اور جو کچھ رسول تمہیں دیں لےلواور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ"۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن اوردوسری میری سنت جوان دونوں کو پکڑے رہے گا وہ گمراہ نہ ہوگا۔یعنی کہ جوان دونوں میں سے ایک کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہوجائے گا۔

اس بحث سے واضح ہوگیا کہ حدیث دین اسلام کا ایک لازمی ماخذ ہے اسی لیے دین اسلام میں حدیث کو غیر معمولی حیثیت واہمیت حاصل ہے۔

درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے حدیث کی زیادہ مشہور ومعروف قسمیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

صحیح

صحیح حدیث وہ ہے جس میں سند متصل ہو، راوی سیرت و کردار کے لحاظ سے اعتماد کے قابل اور عادل وثقہ ہوں۔ حافظہ درست ہو اور صاحب فہم و فراست بھی ہوں۔ روایت شاذ اور معلل نہ ہو۔

حسن

وہ روایت میں جس میں صحیح حدیث کی تمام شرطیں پائی جاتی ہوں۔ صرف حافظہ اور ضعف ضبط کے لحاظ سے ہلکا پن ہو۔

ضعیف

ایسی روایات جس میں صحیح احادیث کے تمام اوصاف و شرائط میں یا بعض اوصاف میں نمایاں کمی پائی جاتی ہو۔

مرفوع	وہ حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔
موقوف	وہ حدیث جس کا سلسلہ صحابی پر جا کر ختم ہو گیا ہو یعنی جو کسی صحابی کی طرف منسوب ہو۔
مقطوع	جس حدیث کی سند تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہو۔
متواتر	وہ حدیث جس کے راوی ہر دور میں اتنی کثرت سے پائے جاتے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ممکن نہ ہو۔
مقبول	وہ حدیث جسے درایت کے لحاظ سے ائمہ حدیث نے قابل حجت قرار دیا ہو۔
موضوع	وہ حدیث جو من گھڑت ہو، جس کے سلسلۂ سند میں ایسا شخص موجود ہو جو حدیثیں گھڑ

کر بیان کرتا ہو۔

حدیث کی بعض اصطلاحات کا تعارف

حدیث

(الف) لغوی معنی

نیا، گفتگو جمع احادیث

(ب) اصطلاحی مفہوم

رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل یا تقریر کو اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں۔

تقریر

کوئی کام نبی ﷺ کے سامنے ہوا یا کسی کام کے بارے میں آپ ﷺ کو بتایا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار کی اس کو منع نہیں کیا بلکہ خاموش تائید فرمائی اسی کو تقریر کہتے ہیں۔

حدیث قدسی

وہ حدیث جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے منقول ہو اس کو حدیث قدسی کہتے ہیں۔

محدث

وہ عالم جسے حدیث کے الفاظ و معانی دونوں کا علم ہو اور روایات اور ان کے راویوں کے بڑے حصے سے واقف ہو۔

راوی

لغوی: روایت کرنے والا، نقل کرنے والا جمع رواۃ۔ اصطلاح میں حدیث کونقل کرنے والا، سند حدیث میں آنے والا ہر فرد راوی کہلاتا ہے۔

روایت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل یا تقریر جسے سند کے بعد ذکر کیا جاتا ہے یعنی حدیث کے اصل الفاظ یا عبارت اسے روایت کہتے ہیں، اسی کو متن بھی کہا جاتا ہے، روایت کی جمع روایات ہے۔

سند

ناقلین حدیث وخبر کے ناموں پر مشتمل حصہ

درایت

درایت ان اصول وقوانین کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سے سند ومتن کے احوال کو جانا جا سکے۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ اللہ نے قرآن مجید کو کیوں نازل فرمایا؟

۲۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث کیوں ضروری ہے؟

۳۔ حدیث کی تعریف کرو۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کیسی تھی؟

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیوں لازمی ہے؟

۶۔ آپ ﷺ کون سی دو چیزیں ہمارے درمیان چھوڑ کر گئے؟

۷۔ دین میں حدیث کو کیا حیثیت حاصل ہے؟

۸۔ قرآن پر عمل کرنے کے کیا فائدے ہیں؟

۱۱۔ درایت کی تعریف کرو۔

۱۲۔ سند کسے کہتے ہیں؟

۱۳۔ مرفوع سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۱۴۔ حدیث قدسی کس حدیث کو کہتے ہیں؟

۱۵۔ حدیث صحیح اور حدیث حسن میں کیا فرق ہے؟

۱۶۔ مقطوع کی تعریف لکھو۔

(ب) خالی جگہ کو مناسب الفاظ سے پُر کرو۔

اللہ تعالیٰ نے سارے............کی ہدایت ورہائی کے لیے قرآن مجید اپنے آخری نبی ورسول.......................پر نازل فرمایا۔تاکہ رسول اللہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس.......................کی تعلیم دیں،اس کے منشاء و مدعی کو سمجھائیں۔اور اس کی............کریں۔اس کے مطابق عمل کر کے دکھائیں اور اگر اس کے اس.......................ہو رہا ہو تو اس کی تائید فرمائیں۔نبی صلی علیہ وسلم کے انہیں.......................فعل اور............کو حدیث کہا جاتا ہے۔

سبق(۹)

احادیث مع ترجمہ

(الاربعین النوویۃ)

حدیث نمبر: ۱

عَنْ اَمِیْرِ الْمُوْمِنِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیٍٔ مَا نَوٰی، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ یَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ (متفقٌ علیه)

ترجمہ:- ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور بلاشبہ ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے، جس

کی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگی اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی (شمارہ) ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہوگی کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کے لئے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کے لیے شمار ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

حدیث نمبر: ۲

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضاً قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَر وَلا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ، يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ؟! فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلاً. قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ؟! قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا؟

قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأُمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعالَةَ رِعَاء الشاء تَتطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ. يا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ .قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ:- ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں ایک دن ہم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت سیاہ تھے، ہمارے پاس آیا اس پر نہ تو سفر کے آثار دکھائی دیتے تھے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا تھا، یہاں تک کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سامنے بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنے دونوں گھٹنوں کو آپ کے دونوں گھٹنوں سے ملائے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں رانوں پر رکھا، پھر اُس نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم" مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر اس تک جانے آنے کی استطاعت ہو۔ اس نے کہا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا" ہم نے اس پر تعجب کیا کہ خود سوال بھی پوچھتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے (پھر) اُس نے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اُس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور تقدیر چاہے وہ اچھی ہو یا بری پر ایمان رکھو۔ اس نے کہا" آپ نے سچ فرمایا"

پھراس نے کہا" مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''اللہ تعالیٰ کی یوں عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو (یہ تصور کرو کہ) وہ تو تمہیں یقیناً دیکھ رہا ہے۔اُس نے عرض کیا" آپ نے سچ فرمایا۔اس کے بعد اس نے کہا" مجھے قیامت کے بارے میں خبر دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا" پھراس نے عرض کیا تو پھر قیامت کی علامات بتا دیجئے۔آپ نے ارشاد فرمایا:''قیامت کی علامت یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی اور تم ننگے پاؤں، ننگے جسم والوں، بھوکوں اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھو گے کہ وہ بلند و بالا عمارتیں بنانے لگیں گے اور ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں کر کے وہ شخص چلا گیا،

تو نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد فرمایا" اے عمر! جانتے ہو وہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں،آپ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

حدیث نمبر: ۳

عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ – رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ – قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ یَقُولُ: بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهِ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وإِیتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَج الْبَیْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور نماز ادا کرنا، (ماہ) رمضان کے روزے رکھنا۔

حدیث نمبر: ۴

عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ – رَضِیَ اللَّهُ .عَنْهُ – قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِی بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، فَوَا الَّذِی لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حتىَ مَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ،

فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا،(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں ہم سے رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور آپ صادق ہیں آپ کی صداقت مسلمہ ہے، کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں جمع رہتا ہے پھر اتنی مدت تک جما ہوا خون ہوتا ہے پھر اسی طرح چالیس دن، گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار باتوں یعنی اس کے رزق، موت، عمل اور بد بختی و نیک بختی کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم میں سے ایک جنتیوں والے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو لکھا ہوا (تقدیر) اس پر غالب آجاتا ہے پس وہ جہنمیوں جیسے اعمال کر کے جہنم میں داخل ہوتا ہے۔ اور بے شک تم میں سے ایک جہنم والوں کی طرح عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو لکھا ہوا (تقدیر) اس پر غالب آجاتا ہے تو وہ اہل جنت والا عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر: ۵

عَن أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا – قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: " مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ، وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

ترجمہ:- ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی ال حضرت علیہ وسلم نے

فرمایا: ''جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالی جس کی بنیاد دین میں نہیں تو وہ مردود ہے۔اسے امام بخاری اورامام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے، امام مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے ایسا عمل کیا جس کو ہماری تائید حاصل نہیں وہ نا مقبول ہے۔

حدیث نمبر:٦

عَنْ أَبِی عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیرٍ – رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا – قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ: إِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ، وَبَیْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ كَثِیرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِینِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ، كَالرَّاعِی یَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى یُوشِكُ أَنْ یَرْتَعَ فِیهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَّا وَإِنَّ حمی الله مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ. صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ ..رواه البخاری

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اوران دونوں کے علاوہ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔پس جو شخص مشتبہ امور سے بچا اس نے اپنا دین اوراپنی عزت محفوظ کر لی اور جو آدمی مشتبہ امور میں پڑا (گویا) وہ حرام میں پڑ گیا جیسے وہ چرواہا جو سرکاری چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے قریب ہے کہ وہ (جانور) اس ممنوعہ (چراگاہ) میں چرنے لگے۔سنو! بلاشبہ ہر بادشاہ کی ایک محفوظ

چراگاہ ہوتی ہے آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہیں اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست حالت میں رہتا ہے تو پورا جسم درست رہتا ہے جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔

حدیث نمبر:۷

عَنْ أَبِی رُقَیَّةَ تَمِیمِ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِیُّ – رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ – أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: الدِّینُ النَّصِیحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِینَ وَعَامَّتِهِمْ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ:- حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین خیرخواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کے لئے خیرخواہی؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ اس کی کتاب کے ساتھ اس کے رسول کے ساتھ مسلمانوں کے حکمرانوں اور عوام کے ساتھ۔

حدیث نمبر:۸

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولُ الله علیه قَالَ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسِ حَتَّی یَشْهَدُوا أَنْ لا إله لا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ، وَیُقِیمُوا الصَّلَاةَ وَیُؤْتُوا الزَكَاةَ فَإِذا فَعَلُوا ذٰلِکَ عَصَمُوا مِنِّی دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحق الْإِسْلَامِ وحِسابُهُمْ عَلَی اللَّهِ

تَعَالَی، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِم.

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز ہ قائم کریں اور زکوۃ دیں۔اور جب وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلیا، البتہ اسلام کا حق باقی ہے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپر د ہے۔

حدیث نمبر:۹

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ یَقُولُ: مَا نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ، وَمَا أَمَرْتُکُمْ بِهِ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ .فَإِنَّمَا أَهْلَکَ الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ کَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَی أَنْبِیَائِهِمْ .رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے تمہیں جس بات سے روکا اس سے باز رہو اور جس بات کا میں نے نے تمہیں حکم دیا دیا اسے حسب طاقت بجالاؤ۔ بے شک تم سے پہلے لوگوں کوا اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے بکثرت سوال اور اُن سے اختلاف کرنے نے ہلاک کردیا۔

حدیث نمبر:۱۰

عن أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ اللهَ تَعَالَی طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ إِلَّا طَیِّباً، وَإِنَّ اللہ أمر المؤمنین بما أمر بِهِ الْمُرْسَلِینَ، فَقَالَ تَعَالَی: یَا أَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً وَقَالَ تَعَالَی: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ، ثُمَّ ذکر الرجل یُطِیلُ السَّفَرَ اشعث أَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ إِلی السَّمَاءِ یا ربِّ یا ربِّ، وَمَطْعَمَهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّیٰ یُسْتَجَابُ لَهُ؟، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے، اور اللہ نے مسلمانوں کو اسی بات کا حکم دیا جس بات کا اس نے رسولوں کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں میں نے دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے۔ اس کے بال پراگندہ اور چہرہ گردآلود ہے وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے "اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے اور اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اس کی پرورش ہوتی ہے۔ تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

حدیث نمبر:١١

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ سِبْطِ رسول الله ﷺ وَرَيْحَانَتِهِ رَضِي اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: ، دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلى مَا لا يَرِيبُكَ .. رواهُ التَرْمذِيُّ وَالنِّسَائِيُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو یاد رکھا ہے کہ ”جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔

حدیث نمبر:١٢

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ ﷺ : مِنْ حُسْنِ إِسْلامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لا يَعْنِيهِ .حديث حَسَنُ رَوَاهُ التِرْمِنِي وَغَيْرُهُ هَكَذَا.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے اسلام کی خوبی اس کا بے مقصد کام کو چھوڑ دینا ہے۔

حدیث نمبر:١٣

عن أبي حمزة أنس من مالك رضى الله عنه خَادِم رسول الله عليه السلام قَالَ: لَا

يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يحب لأخيه ما يحب لنفسه، رواه البخاری ومسلم

ترجمہ:-حضرت ابوحمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حدیث نمبر: ۱۴

عَنْ أَبِی مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لا يَحِلُّ دَمُ امْرَی مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَی ثلاث: الشیبُ الزَّانِی، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِکُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ .رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ.

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کسی مسلمان شخص کا خون بہانا حلال نہیں مگر تینوں میں سے ایک کے، بوڑھا ہونے کے باوجود زنا کرنے والا، ناحق کسی کا خون بہانے والا، دین سے پھر کر مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ دینے والا۔

حدیث نمبر:۱۵

عن ابی هريرة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ منْ كان يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِر فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جارَهُ وَمَنْ

كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ.رَوَاهُ البخارى .

ترجمہ:- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی حضرت علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرے۔

حدیث نمبر:١٦

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَوْصِنِى قَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لَا تَغْضَبْ (رواه بخارى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمایئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو۔ اس شخص نے پھر اپنی وہی درخواست کئی بار دہرائی کہ مجھے اور وصیت فرمایئے مگر ہر دفعہ یہی فرمایا: غصہ مت کیا کرو۔

حدیث نمبر: ١٧

عَنْ أَبِى يَعْلَى، شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِىَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ الله ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا

الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَه وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ.(رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو حسن و خوبی سے انجام دینے کا حکم دیا۔ چناں چہ جب تم قتل کرو تو خوبی کے ساتھ قتل کرو اور جب کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ ذبح کرو اور تم میں سے ذبح کرنے والا اپنی چھری کو خوب تیز کر لے اور اپنے جانور کو آرام پہنچائے۔

حدیث نمبر: ۱۸

عَنْ أَبِي ذَرٍ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: اِتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنتَ وَ أَتبعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ.(رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت ابوذر جندب بن جنادة اور حضرت ابوعبد الرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اگر برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لیا کرو، نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

حدیث نمبر: ۱۹

عَنْ أَبِی الْعَبَّاسِ، عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالَی عَنْهُمَا قَالَ: کُنتُ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ یَوْمًا فَقَالَ: یَا غُلَامُ! إِنِّی أُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ: إِحْفَظِ اللهَ یَحْفَظْکَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَکَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَی أَن یَنْفَعُوکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوکَ إِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللهُ لَکَ وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَی أَنْ یَضُرُّوکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوکَ إِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللهُ عَلَیْکَ. رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُف. رواه ترمذی وقال حدیث حسن صحیح

ترجمہ: حضرت ابوالعباس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے پیچھے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھ کو چند باتیں بتلاتا ہوں، اللہ (کے احکام) کی حفاظت کیا کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، اور اللہ (کے احکام) کی حفاظت کیا کرو تو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، اور جب مانگو تو اللہ ہی سے مانگو، جب مدد چاہو تو اللہ ہی سے چاہو، اور یقین رکھو کہ اگر تمام لوگ اکٹھا ہو کر تمھیں نفع پہنچانا چاہیں، تو تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ سب اکٹھے ہو کر تمھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ دیا ہے، قلم اٹھائے جا چکے اور دفتر خشک ہو چکے۔

حدیث نمبر: ۲۰

عَنْ أَبِی مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍ و الْأَنْصَارِیِّ الْبَدْرِی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "إِنَّ مِـمَّـا أَدْرَکَ الـنَّـاسُ مِـنْ کَلَامِ الـنُّبُـوَّةِ الْأُولَـی: إِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ، فَأَصْنَعْ مَا شِئْتَ. رواه البخاری

ترجمه: حضرت ابومسعود عقبہ بن عمر و انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگلی نبوت کی باتوں میں سے لوگوں نے جو کچھ پایا ہے اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ: جب تم میں شرم و حیا نہ ہو، تو پھر جو چاہو کرو۔

حدیث نمبر: ۲۱

عَـنْ أَبِی عَمرو .وَقِیلَ: أَبِـی عَـمْـرَةَ، سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُولَ اللهِ قُلْ لِی فِی الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَیْرَکَ .قَالَ: قُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتقم .رواه مسلم

ترجمہ: ابوعمرو اور ایک قول کے مطابق ابوعمرۃ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! اسلام کے بارے میں مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجیے کہ آپ کے بعد پھر کسی سے اس کے بارے میں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا، اور پھر اُس پر پوری طرح قائم رہو۔"

حدیث نمبر: ۲۲

عَنْ أَبِی عَبْدِ اللہِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْأَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ اللہ عَنْہُمَا، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللہِ ﷺ فَقَالَ: أَرَأَیْتَ إِذَا صَلَّیْتُ الْمَکْتُوبَاتِ، وَ صُمْتُ رَمَضَانَ، وَ أَحْلَلْتُ الْحَلَالَ، وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ، وَلَمْ أَزِدْ عَلَی ذٰلِکَ شَیْئًا أَأَدْخُلُ الْجَنَّۃَ، قَالَ: نَعَمْ رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: آپ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر فرض نمازوں کی پابندی کروں، رمضان کے روزے رکھوں، حلال کو حال اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤنگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہاں"

حدیث نمبر: ۲۳

عَنْ أَبِی مَالِکَ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمِ الْأَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہ: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِیْمَانِ، وَالْحَمْدُ للہِ تَمْلَأُ الْمِیزَانِ وَ سُبْحَانَ اللہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَانِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاۃُ نُورٌ، وَالصَّدَقَۃُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ وَ الْقُرْآنِ حُجَّۃٌ لَکَ أَوْ عَلَیْکَ کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ، فَبَائِعُ نَفْسَہُ فَمَعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا. رواہ مسلم

: ترجمہ حضرت ابو مالک الحارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طہارت و پاکیزگی نصف ایمان ہے اور الحمد اللہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمدللہ یہ دونوں آسمان اور زمین کے بیچ کی جگہ کو بھر دیتے ہیں یا فرمایا کہ ان دونوں میں سے ہر کلمہ آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل و برہان ہے اور صبر اُجالا ہے اور قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف حجت ہے۔ ہر شخص صبح کرتا ہے تو وہ اپنی جان کا سودا کرتا ہے، پھر یا تو اسے نجات دلاتا ہے یا اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر: ۲۴

عَنْ أَبِی ذَرٍ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَنَّهُ قَالَ: يَا عِبَادِی إِنِّی حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِی وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلا تُظَالِمُوا يَا عِبَادِی كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِی أَهْدِكُمْ، يَاعِبَادِی كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِی أَطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِی كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِی أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِی إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ أَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِی أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِی إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِی فَتَضُرُّونِی وَ لَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِی فَتَنْفَعُونِی يَا عِبَادِی لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِی مُلْكِی شَيْئًا، يَا عِبَادِی لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ

كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ. رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بیان فرمایا، وہ فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے؛ پس آپس میں ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، مگر جس کو میں ہدایت دوں، پس تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تم کو ہدایت دونگا۔ اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو، مگر جس کو میں کھلاؤں، پس کھانا مجھ سے مانگو۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو، مگر جس کو میں پہناؤں، تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤ نگا۔ اے میرے بندو! تم رات دن غلطیاں کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں تم مجھ سے مغفرت طلب کرو، میں تم کو بخش دونگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے تمہارے انسان اور تمہارے جنات سب مل کر ایک پرہیز گار آدمی کی مانند ہو جائیں، تو سب مل کر میری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، تمہارے انسان اور جنات سب مل کر ایک بدترین آدمی کی طرح ہو جائیں تو میری باشاہت میں کچھ کمی نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، تمہارے انسان اور جنات سب مل کر

ایک کھلے میدان میں کھڑے ہوکر دعاء مانگیں، پھر میں تم میں سے ہر مانگنے والے کو عطاء کروں، تو یہ چیز میری ملکیت میں سے کچھ گھٹائے گی نہیں، مگر اتنی مقدار کہ جب سوئی سمندر میں ڈال کر باہر نکال لی جائے۔ اے میرے بندو! میں تمہارے (اچھے بُرے تمام) اعمال کو محفوظ رکھتا ہوں، پھر میں ان کا تم کو پورا پورا بدلہ عطاء کرونگا جو خیر پائے اسے چاہئے کہ اللہ کی حمد بیان کرے اور جو بھلائی کے علاوہ کوئی اور چیز (یعنی برائی) پائے پس اس کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو ملامت کرے

حدیث نمبر: ۲۵

عَنْ أَبِی ذَرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَيْضًا أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ، قَالَ: أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ، إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ .وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ: قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وِزْرٌ ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مالدار لوگ اجر و ثواب میں سبقت لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں، جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزہ رکھتے ہیں، جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں اور اپنے زائد مال میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ (اور ہمارے پاس چوں کہ مال ہے نہیں، اس لیے یہ سعادت ہم نہیں حاصل کر پاتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا اللہ نے تمہارے لئے بھی صدقہ کا سامان نہیں کیا ہے؟ یقیناً ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل (یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنا) صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے، بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور تمہاری شرم گاہ (کے استعمال کرنے) میں بھی صدقہ ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! اگر کوئی اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں، دیکھو اگر وہ اُسے حرام جگہ استعمال کرے تو کیا اُس میں گناہ نہیں، تو اسی طرح جب حلال جگہ اسے استعمال کرے گا تو اس میں اس کے لئے ثواب بھی ہوگا۔

ہدایات ومشورے:

☆ الأربعین النوویۃ کے بارے میں طلبہ وطالبات کو بتائیں۔

☆ طلبہ وطالبات کے اندر حدیث سے محبت اور اس پر عمل کا جذبہ پیدا کریں۔

☆ طلبہ کے اندر غور وفکر کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

☆ زیادہ سے زیادہ احادیث یاد کرنے کی ترغیب دیں۔ البتہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ کم از کم پانچ احادیث ہر ایک کو یاد ہو۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ پہلی حدیث کے راوی کون ہیں؟

۲۔ ''انما الاعمال بالنیات'' کا مفہوم اپنے جملوں میں لکھو۔

۳۔ اسلام کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟

۴۔ احسان کا مفہوم کو بیان کرتے ہوئے قیامت کی نشانیوں کا بھی ذکر کرو۔

۵۔ ''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَد'' کی تشریح کرو۔

۶۔ دین کس کی نصح وخیر خواہی ہے؟

۷۔ کس انسان کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے؟

۸۔ حدیث نمبر گیارہ میں کس چیز کو چھوڑنے اور کس چیز کو اختیار کرنے کو کہا گیا ہے؟

۹۔ انسان کے اسلام کی خوبی کیا ہے؟

۱۰۔ حدیث نمبر ۱۳ میں کیا فرمایا گیا ہے؟

۱۱۔ حدیث نمبر ۱۵ میں مومن کی کن صفات کا ذکر ہے؟

۱۲۔ غصہ کی ممانعت پر ایک حدیث مع ترجمہ لکھو۔

۱۳۔ اگلی نبوت سے کونسی بات پہنچی ہے؟

۱۴۔ حدیث نمبر ۲۲ کے مطابق جنت میں لے جانے والے اعمال کون کونسے ہیں؟

۱۵۔ حدیث نمبر ۲۵ میں کن کاموں کو صدقہ کہا گیا ہے؟

(ب) خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

۱۔ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: أَرَ أَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ ....وَ صُمْتُ رَمَضَانَ، وَ.................. الْحَلَالَ، وَحَرَّمْتُ ....، وَلَمْ أَزِدْ عَلَى .... شَيْئًا أَأَدْخُلُ ....، قَالَ: نَعَمْ

۲۔ إِنَّ اللهَ كَتَبَ .... عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا........... فَأَحْسِنُوا ....، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ .... الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ ....وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ.

(ج) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ، وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ. فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

اس حدیث کو سمجھ کر اس سے متعلق تین سوالات تحریر کرو اور ان کے جوابات بھی لکھو۔

(د) الأربعین النوویۃ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ایک صفحہ تحریر کرو۔

(ہ) حدیث کے مشہور رواۃ میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے بارے میں معلومات حاصل کر کے کم از کم ایک ایک صفحہ ہر ایک کے بارے میں تحریر کرو۔

سبق (۱۰)

نماز جمعہ

جمعہ کا حکم

جمعہ کی نماز ہر بالغ، عاقل، مقیم، اور صحت مند مرد پر فرض ہے اور اس کی فرضیت قرآن، سنت اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان لانے والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لئے پکار (اذان) ہو تو تم اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور اپنا کاروبار چھوڑ دو۔'' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کی طرف جانا ہر مسلمان مرد پر فرض ہے۔ (نسائی) امت میں کسی کے نزدیک جمعہ کی فرضیت میں اختلاف نہیں ہے۔ البتہ عورت، بچہ، اتنا بیمار کے وہ مسجد تک نہ آ سکتا ہو، غلام اور مسافر پر جمعہ کی نماز پڑھنا فرض نہیں ہے۔

جمعہ کا وقت اور اذان

جمعہ کا وہی وقت ہے جو ظہر کا وقت ہے۔ جمعہ کے لئے جماعت شرط ہے۔ نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے تک جمعہ کی صرف ایک اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام ممبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مدینہ کی آبادی بڑھ گئی تو انہوں ایک اور اذان شروع کروائی۔ ابھی امت میں دونوں طریقوں پر عمل ہے۔

نماز جمعہ کے احکام

اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں ہیں اور اس کی قرآت جہری ہے۔

کتنی رکعتیں مل جانے سے جمعہ کی نماز مل جاتی ہے۔

جمہور (جن میں امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل شامل ہیں) کے نزدیک جو شخص جمعہ کی ایک رکعت پالے وہ تو ایک اور رکعت پڑھے گا اور اس کی نماز جمعہ کی ہی نماز ہوگی لیکن جو شخص دوسری رکعت میں رکوع کے بعد آکر شامل ہو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو کے بجائے چار رکعتیں پڑھے گا اور اس کی نماز ظہر کی نماز ہوگی۔ حنفیہ کے نزدیک جو شخص جمعہ کی نماز کا کچھ بھی حصہ پائے اسے جمعہ کی جماعت مل جاتی ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص جماعت میں اس وقت شامل ہوا جبکہ لوگ تشہد میں بیٹھے ہوں تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو ہی رکعت پڑھے گا۔ اہل حدیث علماء کا بھی یہی مسلک ہے۔

جمعہ کے روز کی فضیلت اور وہ کام جو اس روز مستحب ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: " سب سے اچھا دن جس میں سورج

طلوع ہوا، جمعہ کا دن ہے۔اس روز آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی،اسی روز وہ جنت میں داخل کیے گئے اوراسی روز اس سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ ہی کے روز آئے گی۔(مسلم،ابوداؤد،ترمذی،نسائی)

حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"جمعہ کے روز ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو مسلمان بندہ اس میں دعا مانگتا ہے اور اللہ سے خیر طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ خیر دے دیتا ہے اور یہ گھڑی عصر کے بعد ہے۔(مسند امام احمد)

جمعہ کے دن اور رات میں نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی بڑی فضیلت ہے۔

حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے نے فرمایا:''تمھارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔اس میں آدم علیہ السلام کی پیدائش اور اسی میں ان کی وفات ہوئی،اس میں قیامت آئے گی۔الہذا اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔اس لیے کہ تمھارا درود مجھ پر پیش ہونے والا ہے۔صحابہ نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش ہوگا،حالاں کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ فرمایا:اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔(ابوداؤد، نسائی،ابن ماجہ احمد)

حضرت صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"''جب جمعہ کا دن اور جمعہ کی رات ہو تو مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔(مسند امام شافعی)

جمعہ کے روز نہانے،مسواک کرنے،خوشبو لگانے اور عمدہ لباس پہننے کی بھی فضیلت ہے۔

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''ہر مسلمان کو چاہیے کہ جمعہ کے روز نہائے،اپنے

عمدہ کپڑے پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو اُسے لگائے۔(بخاری، مسلم، احمد)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک جمعہ کے روز فرمایا: اے مسلمانو! اس دن کو اللہ نے تمھارے لیے عید بنایا ہے، لہذا تم اس روز غسل کرو اور مسواک کرو۔(طبرانی)

جمعہ کے روز نماز کے لیے جلد سے جلد مسجد میں پہنچنے کی بھی فضیلت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے روز غسل کیا اور پھر مسجد گیا، گویا اس نے ایک اونٹ کا صدقہ کیا، پھر جو شخص دوسری گھڑی میں گیا، گویا اس نے ایک گائے کی قربانی دی، پھر جو شخص تیسری گھڑی میں گیا، گویا اس نے ایک سینگوں والے مینڈھے کی قربانی دی۔ پھر جو شخص چوتھی گھڑی میں گیا، گویا اس نے ایک مرغی کا صدقہ کیا۔ پھر جو پانچویں گھڑی میں گیا گویا اس نے ایک انڈے کا صدقہ کیا۔ اس کے بعد جب امام آجاتا ہے (یعنی جب خطبہ شروع ہو جاتا ہے) تو فرشتے آ کر خطبہ سننا شروع کر دیتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد، ترندی، نسائی)

جمعہ کے روز خطبہ شروع ہونے سے پہلے نفل پڑھنے کی بھی فضیلت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے روز غسل کیا، پھر جمعہ کی نماز کے لیے آیا اور جتنی نفل نماز اس سے ہو سکی اس نے پڑھی، پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموشی اور دھیان سے خطبہ سنتا رہا اور پھر اس کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کے اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان کے گناہ اور تین دن مزید کے گناہ معاف کر دیے گئے۔(مسلم)

ہدایات و مشورے:

☆ طلبہ کو نماز جمعہ کی عملی مشق کروائیں

☆ جمعہ کے دن محلے کی مسجد، اپنے جسم اور کپڑے کی صفائی کی ترغیب دیں۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ جمعہ کی نماز کس پر فرض ہے؟

۲۔ کن لوگوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے؟

۳۔ جمعہ کی نماز کے لئے کیا شرط ہے؟

۴۔ نماز جمعہ کے احکام کیا ہیں؟

۵۔ کتنی رکعتیں مل جانے سے جمعہ کی نماز مل جاتی ہے؟

۶۔ جمعہ کے روز کون کون سے کام کرنا مستحب ہے؟

۷۔ ہفتہ میں کون سا دن سب سے افضل ہے؟

۸۔ جمعہ کے دن درود بھیجنے کی کیا فضیلت ہے؟

۹۔ کس کو ایک اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا؟

۱۰۔ خطبہ سے پہلے نفل نمازیں پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

(ب) خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

اس روز آدم علیہ السلام کی .... ہوئی، اسی روز وہ .... میں داخل کیے گئے اور اسی .... اس سے نکالے گئے اور .... بھی جمعہ ہی کے روز آئے گی۔ حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "............ کے روز ایک ایسی .... ہے کہ جو مسلمان .... اس میں دعا مانگتا ہے اور اللہ سے خیر .... کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ خیر دے دیتا ہے اور یہ .... عصر کے بعد ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل پیراگراف کو بغور پڑھو اور اس سے متعلق تین سوالات تیار کر کے ان کے جوابات بھی اپنی کاپی میں تحریر کرو۔

حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے نے فرمایا: ''تمھارے دنوں میں سب

سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام کی پیدائش اور اسی میں ان کی وفات ہوئی، اس میں قیامت آئے گی۔ الہذا اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ اس لیے کہ تمھارا درود مجھ پر پیش ہونے والا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش ہوگا، حالاں کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ احمد)

(د) طلبہ کی ٹولیاں بنا کر تین مہینے میں ایک بار اپنے محلے کی مسجد کی صفائی کیا کرو اور عوام میں پاکی صفائی کے اہتمام کے لئے منصوبہ بند کوشش کرو۔

سبق (۱۱)

خطبۂ جمعہ

خطبہ جمعہ کے دو حصے ہیں، جنھیں پہلا خطبہ اور دوسرا خطبہ بھی کہا جاتا ہے۔ جمہور سلف (جن میں امام ابوحنیفہ، مالک اور احمد شامل ہیں) کے نزدیک ان میں سے پہلا خطبہ واجب ہے اور دوسرا سنت، کیوں کہ نبی ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے کوئی جمعہ خطبہ کے بغیر پڑھا ہو (نیل الاوطار، الفقہ علی المذاہب الاربعہ) دوسری رائے ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبے واجب ہیں۔

ذیل میں ہم خطبہ جمعہ کے متعلق چند ضروری مسائل بیان کرتے ہیں:

۱۔ نبی ﷺ کا خطبہ جمعہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اپنی رسالت کی شہادت لوگوں کو وعظ و نصیحت، قرآن پاک کی بعض سورتوں یا آیتوں کی تلاوت اور مسلمانوں کے لیے دعا پر مشتمل ہوتا تھا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (جمعہ کے روز خطبہ میں) جب تشہد فرماتے تو

ارشاد ہوتا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِ اللهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَ مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ، وَ مَنْ يَعْصِهِمَا فَإِنَّهُ لا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ وَلا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا .(ابو داؤد)

''حمد وثنا اللہ ہی کے لیے ہے۔ہم اس سے مدد طلب کرتے اور بخشش چاہتے ہیں۔اپنے نفسوں کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد کا اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں،جنھیں اس نے قیامت سے پہلے خوش خبری دینے والے بنا کر مبعوث کیا۔جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔''

۲- جمعہ کا خطبہ منبر یا کسی بلند جگہ پر کھڑے ہو کر دینا اور درمیان میں کچھ دیر کے لیے بیٹھنا سنت ہے۔اس طرح گویا کہ خطبہ دو حصے ہو جاتے ہیں،جن میں سے پہلے کو پہلا خطبہ اور دوسرے کو دوسرا خطبہ بھی کہا جاتا ہے۔

۳- خطبہ کا مختصر اور جامع ہونا مستحب ہے۔

شافعیہ کے نزدیک حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی نماز درمیانی اور آپ کا خطبہ درمیانہ

ہوتا تھا۔

(مسلم، احمد رندی بنسائی، ابن ماجہ)

۴۔ جمعہ کے خطبہ کے لیے خاص اہتمام کرنا اور اس میں بلند، موثر اور دل نشیں زبان استعمال کرنا مستحب ہے۔

۵۔ کسی ضرورت کی وجہ سے خطبہ کا منقطع کرنا اور ضرورت پوری ہونے کے بعد اسے جاری رکھنا جائز ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ حسن اور حسین آگئے، اس وقت انھوں نے سرخ قمیص پہن رکھی تھیں اور وہ اچھلتے کودتے چلے آ رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر نبی سے منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور انھیں اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالی نے سچ فرمایا ہے **انما أموالكم وأولادكم فتنة** (بے شک تمھارے مال اور اولاد تمھارے لیے آزمائش ہیں)۔ میں نے ان دونوں کو اچھلتے کودتے چلے آتے دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے اپنا خطبہ بند کر کے انھیں اٹھا لیا۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۶۔ جب خطبہ ہو رہا ہو تو ہر قسم کی بات چیت کرنا ممنوع ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے روز جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت جو آدمی بات چیت کرتا ہے وہ اس گدھے کی مانند ہے، جس کی پیٹھ پر کتا بیں لدی ہوں اور جو شخص دوسرے آدمی سے یہ کہتا ہے کہ چپ ہو جاؤ اس کا جمعہ نہیں ہے۔ (احمد، ابن ابی شیبہ، بزار طبرانی)

۷۔ خطبہ کے دوران لوگوں کا امام سے زیادہ سے زیادہ قریب ہونا اور اس کی طرف رخ کرنا مستحب

ہے۔

۸۔ خطبہ سننے کے دوران لوگوں کا اپنے پاؤں کھڑے کر کے ٹانگوں کا پیٹ سے ملا کر بیٹھنا مکروہ ہے۔

۹- خطبہ کے دوران آگے بڑھنے کے لیےلوگوں کی گرانوں پر سے گزرنا مکروہ ہے۔

۱۰- خطبہ سننے کے دوران اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے کسی ضرورت کی وجہ سے اٹھ جائے تو دوسرے لوگوں کو اس کی جگہ پر نہ بیٹھنا چاہیے، تاکہ وہ واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ سکے اور نہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھنا چاہیے۔

۱۱- جمعہ کے روز امام کا خطبہ شروع کرنے سے پیشتر ممبر پر آکر بیٹھنا اور لوگوں کو السلام علیکم کرنا مستحب ہے۔

مشورے و ھدایات:

☆ طلبہ کوخطبہ کی عملی مشق کرائیں۔

☆ طلبہ کوکم ازکم تین مساجد کے خطبوں کی رپورٹ تیار کرکے لانے کہیں۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ خطبۂ جمعہ کے احکام مع اختلاف لکھو۔

۲۔ جمعہ کا خطبہ کن باتوں پر مشتمل ہونا چاہئے؟

۳۔ خطبہ کے درمیان بات چیت کرنا کیسا ہے؟

۴۔ جمعہ کا خطبہ کیسا ہونا چاہئے؟

۵۔ کون گدھے کی طرح ہو جاتا ہے اور کیوں؟

(ب) خالی جگہوں کو پر کرو۔

خطبہ کے............آگے بڑھنے کے لیے............کی گرانوں پر سے گزرنا مکروہ ہے۔............ سننے کے دوران اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے کسی............کی وجہ سے اٹھ جائے تو............لوگوں کو اس کی جگہ پر نہ بیٹھنا چاہیے، تا کہ وہ............آ کر اپنی جگہ بیٹھ............اور نہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر............ چاہیے۔ جمعہ کے روز............کا خطبہ شروع کرنے سے............ممبر پر آ کر بیٹھنا اور لوگوں کو............ کرنا مطلوب ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل عبارت کو صحیح کر کے اپنی کاپی میں لکھو۔

☆ دوسری رائے ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبے مستحب ہیں۔

☆ خطبہ جمعہ کا طویل ہونا مستحب ہے۔

☆ خطبہ جمعہ کا کسی حال میں منقطع کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو تو کاروباری اور تجارتی بات کرنا ممنوع ہے۔

☆ خطبہ کے دوران آگے بڑھنے کے لیے لوگوں کی گرانوں پر سے گزرنا مکروہ ہے۔

☆ خطبہ سننے کے دوران اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے کسی ضرورت کی وجہ سے اٹھ جائے تو دوسرے لوگوں کو اس کی جگہ پر بیٹھ جانا چاہیے۔

☆ جمعہ کے روز امام کا خطبہ شروع کرنے سے پیشتر ممبر پر آ کر بیٹھنا اور لوگوں کو السلام علیکم کرنا مکروہ ہے ۔

سبق (۱۲)

عیدین کی نماز

عید کی نماز حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، حنابلیہ کے نزدیک فرض، مالکیہ، شافعیہ اور اہلحدیث علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے کہ جس کی ابتدا نبی صلی الہ علیہ سلم نے سن ۱ھ یا ۲ھ میں فرمائی اور اس کے بعد ہر سال اس کی پابندی کی اور لوگوں کو اس کی تاکید فرمائی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ سلم جب مکہ سے مدینہ پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ یہاں کے لوگوں نے سال میں دو دن کھیلنے اور تفریح کرنے کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ دونوں دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ جاہلیت میں ہم ان دنوں میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا" اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان دونوں کو ان سے بہتر دو دنوں سے بدل دیا ہے ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا دن (ابوداؤد)

عید کے روز جائز حدود کے اندر اپنی وسعت کے مطابق لذیذ اور بہتر کھانا کھانا، اپنے رشتہ داروں، اقربا اور دوستوں کو کھلانا، اچھے لباس پہننا، کھیلنا اور خوشی منانا سب کے نزدیک مستحب ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ایک عید کے روز حبشی لوگ نبی صلی الہ علیہ وسلم کے پاس کھیل رہے تھے۔ میں حضور کے مونڈھے کے اوپر سے جھانک کر دیکھنے لگی تو آپ ﷺ نے اپنے مونڈھے کو نیچا کر لیا میں آپ کے اوپر سے دیکھتی رہی۔ یہاں تک میرا جی بھرا اور میں پلٹ گئی (بخاری، مسلم، احمد)

ذیل میں ہم عید کے دن کیے جانے والے چند کاموں کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) عید کے روز غسل کرنا خوشبو لگانا اور خوبصورت کپڑے پہنا مستحب ہے۔

جعفر بن محمدؒ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز اپنی حبری چادر (یمن کی ایک عمدہ چادر) پہنا کرتے تھے۔ (مسند شافعیؒ) نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عیدالفطر کے روز عید گاہ جانے سے پیشتر غسل کیا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک) اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۲) عیدالفطر کے روز نماز کو جانے سے پہلے اور عیدالاضحیٰ کے روز نماز سے واپسی کے بعد کھانا کھانا نبی ﷺ کے معمولات میں داخل تھا۔

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ عیدالفطر کے روز نبی ﷺ اس وقت تک نماز کے لئے نہ نکلا کرتے تھے جب تک کچھ کھا نہ لیتے۔ اور عیدالاضحیٰ کے روز آپ ﷺ اس وقت تک کچھ نہ کھاتے جب تک آپ ﷺ واپس نہ آجاتے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ قربانی کے گوشت میں سے کھایا کرتے

تھے۔

(۳)نمازِ عید کا شہر سے باہر جا کر میدان میں ادا کرنا۔

مسنون یہ ہے کہ نمازِ عید شہر سے باہر نکل کر میدان میں ادا کی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر نکل کر مصلی (عیدگاہ) میں نمازِ عید ادا فرمایا کرتے تھے۔البتہ اگر بارش ہوتی تو مسجد ہی میں نماز پڑھ لیتے۔

اکثر ائمہ جن میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ شامل ہیں کے نزدیک نمازِ عید کا بلا وجہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔

(۴)عیدگاہ کی طرف پیدل جانا سنت ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔سنت یہ ہے کہ عیدگاہ کی طرف پیدل جایا جائے اور نکلنے سے پہلے کوئی چیز کھالی جائے (ترمذی)

(۵)عیدگاہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیر کہنا سنت ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایت ہے کہ ''جب وہ عیدگاہ کی طرف نکلتے تو بلند آواز سے تکبیر کہتے۔''

(٦)عیدگاہ ایک راستہ سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا مستحب ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید جاتے اور واپس آتے وقت راستہ تبدیل فرمایا کرتے تھے (بخاری)

(۷)مردوں کے علاوہ عورتوں کا بھی عیدگاہ جا کر عید کی نماز میں شریک ہونا مسنون ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روز نبی صلی اللہ علیہ سلم کے ساتھ گیا۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور پھر خطبہ دیا۔ اس کے بعد آپ عورتوں کی طرف تشریف لائے اور انھیں وعظ ونصیحت فرمائی اور نہیں صدقہ کا حکم دیا۔ (بخاری)

حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ سلم نے ہمیں حکم دیا ک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز ہم چھوٹی بچیوں، جوان گھونگھٹ والیوں اور حائضہ عورتوں کو بھی عید گاہ لے جائیں، البتہ حائضہ عورتیں نماز سے (اور دوسری روایت میں ہے، نماز کی جگہ سے) الگ رہیں گی اور خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں گی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، بعض عورتیں ایسی بھی ہیں جن کے پاس چادر نہیں ہوتی؟ فرمایا " جس عورت کے پاس چادر نہ ہو، اس کی بہن کو چاہئے کہ اسے اپنی چادر میں لے لے " (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی، احمد)

(۸) عید کی نماز کا وقت۔

عید کی نماز کا وقت سورج کے تقریبا ڈیڑھ دو گز بلند ہو جانے سے شروع ہو جاتا ہے اس بارے میں سب سے صحیح حدیث حضرت جندبؓ کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ عید کی نماز نبی ﷺ ہمیں اس وقت پڑھاتے تھے جب کہ سورج دو نیزوں کے برابر طلوع ہوتا تھا اور عید الاضحیٰ کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے جب کہ سورج ایک نیزے کے برابر طلوع ہو چکتا تھا ہے (احمد بن حسن البناء)

عید الفطر میں نماز کا دیر سے اور عید الاضحیٰ میں اس کا جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث سے بھی ظاہر ہے۔

(۹) عید کی نماز میں کوئی اذان یا اقامت نہیں ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے بار ہا نبی ﷺ کے پیچھے عید کی نماز بغیر کسی اذان یا اقامت کے پڑھی ہے۔ (احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز کے لئے کوئی اذان نہیں کہی جاتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

(۱۰) عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں کوئی سنت نماز نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرامؓ سے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عید کے روز نبی صل اللہ علیہ وسل عید گاہ تشریف لے گئے، آپ نے دو رکعت نماز (نماز عید) پڑھی۔ آپ نے نہ اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں (بخاری و مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد)

(۱۱) یہ چیز قطعی طور پر ثابت ہے کہ عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں۔

جن میں سورہ فاتحہ کے ساتھ قرآن کا کوئی حصہ پڑھا جا سکتا ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ وہ سورتیں پڑھی جائیں، جنہیں نبی صل اللہ علیہ وسلم خود پڑھا کرتے تھے۔ عید کی نماز میں جہری قرارت سنت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۱۲) نماز عید کی تکبیریں۔

نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قرأت سے پہلے سات تکبیریں (اللہ اکبر) کہنا اور دوسری

رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں سنت ہیں۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے تین تکبیریں کہی جائیں۔

نماز عید کے بعد امام کا خطبہ دینا مسنون ہے۔ سنت یہ ہے کہ امام عید کے روز دو خطبے دے اور دونوں کے درمیان بیٹھ کر فصل کرے۔ مذاہب اربعہ میں بھی یہ سنت ہے۔ مستحب یہ ہے کہ تمام دوسرے خطبوں کی طرح عید کا خطبہ بھی الحمدللہ کے لفظ سے شروع کیا جائے، اور خطبہ کے درمیان کثرت سے اللہ اکبر کہا جائے۔

مشورے اور ہدایات:

☆ نماز عید کی عملی مشق کرائیں۔

☆ طلبہ کی ٹولی بنا کران کے ذمہ کام لگائیں کہ وہ عید کے دن ہر ٹولی پانچ مسلمانوں سے عید متعلق بات چیت کر کے اپنی رپورٹ تیار کریں۔

☆ عید کے دن کچھ تفریحی پروگرام کریں۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ عید کی نماز کا حکم لکھو۔

۲۔ جب آپ ﷺ مدینہ گئے تو آپ ﷺ نے وہاں کیا دیکھا؟

۳۔ عید کے دن کون کون سا کام کرنا مستحب ہے؟

۴۔ کیا عیدگاہ کی طرف پیدل جانا سنت ہے؟

۵۔ نمازِ عید کی تکبیرات کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو لکھو۔

۶۔ کیا عورتیں عید کی نماز ادا کرنے کے لئے عیدگاہ جاسکتی ہے؟

۷۔ عید کی نماز کا وقت لکھو۔

۸۔ عید کی نماز کا طریقہ لکھو۔

۹۔ نمازِ عید کا خطبہ دینا کیسا ہے؟

۱۰۔ کیا عیدین کی نماز میں اذان دینا سنت ہے؟

(ب) خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

نماز............کا شہر سے باہر جا کر............ میں ادا کرنا۔ مسنون یہ ہے کہ نماز............شہر سے باہر نکل کر............ میں ادا کی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم .... سے............نکل کر مصلی (عیدگاہ

)میں نمازِ عید ادا فرمایا کرتے تھے۔ البتہ اگر............ ہوتی تو مسجد ہی میں نماز............ لیتے۔

(ج) درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھ کر اسی سے متعلق تین سوالات بناؤ اور ان کے جوابات بھی لکھو۔

عید کے روز جائز حدود کے اندر اپنی وسعت کے مطابق لذیذ اور بہتر کھانا کھانا، اپنے رشتہ داروں، اقربا اور دوستوں کو کھلانا، اچھے لباس پہننا، کھیلنا اور خوشی منانا سب کے نزدیک مستحب ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ایک عید کے روز حبشی لوگ نبی صلی الہ علیہ وسلم کے پاس کھیل رہے تھے۔ میں حضور کے مونڈھے کے اوپر سے جھانک کر دیکھنے لگی تو آپ ﷺ نے اپنے مونڈھے کو نیچا کر لیا میں آپ کے اوپر سے دیکھتی رہی۔ یہاں تک میرا جی بھرا اور میں پلٹ گئی (بخاری، مسلم، احمد)

سبق (۱۴)

صدقۂ الفطر

صدقہ الفطر

فطر کا لفظ افطار سے ہے جس کے معنی ختم کرنے یا توڑنے کے ہیں۔ صدقۃ الفطر کو زکاۃ الفطر بھی کہا جاتا ہے، یہ ایک مخصوص صدقہ ہے جو رمضان کے مہینے کے آخر میں روزہ پورا ہونے کے بعد عید الفطر سے پہلے ادا کیا جاتا ہے۔ اس کا حکم پہلی بار عید سے دو روز پہلے رمضان ۲ ہجری میں دیا گیا۔ (المغنی)

صدقہ الفطر کا حکم اور اس کی اہمیت:

صدقہ فطر جمہور سلف کے نزدیک واجب بمعنی فرض ہے۔ صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا اور امیر ہو یا غریب۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع صدقہ فطر ہر غلام اور آزاد، مرد اور عورت، اور چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض کیا ہے۔" (صحاح ستہ)

صدقہ الفطر روزوں میں موجود کمیوں کو پورا کرنے اور نفس کی پاکیزگی کے لیے ہے۔ یہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کے لیے دیا جاتا ہے تاکہ وہ عید کی خوشی میں ہماری طرح شریک ہوسکیں۔ اس صدقہ کی بروقت ادائیگی سے غریبوں کو عید کے روز ہی خوشی کے موقع پر کچھ مالی سہولت مل جاتی ہے۔ وہ لوگ بھی اس دن کے کھانے پینے کی پریشانی سے نجات حاصل کر کے مکمل طور پر ہمارے ساتھ مل کر اپنی خوشیوں کو دوبالا کرتے ہیں۔

صدقہ فطر واجب ہونے کا وقت

اس بارے میں اتفاق ہے کہ صدقہ فطر رمضان کے آخر میں واجب ہوتا ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک آخری روزہ کے سورج غروب ہونے کے بعد واجب ہوتا ہے جبکہ بعض دوسرے علماء کے نزدیک عید کے دن طلوع فجر کے بعد واجب ہوتا ہے۔

یہ عموماً عید کی نماز سے پہلے دیا جانا چاہیے تاکہ غریبوں کو عید سے پہلے اس کا فائدہ پہنچ سکے اور وہ اپنی ضروریات کی تکمیل میں پوری طرح سے مطمئن ہو کر عید کی نماز ادا کرسکیں۔ البتہ اس کی ادائیگی پیشگی طور پر عید سے چند روز پہلے کر دینا بھی جائز ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ صدقہ فطر عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دینا چاہیئے۔

مقدار

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے گندم کے علاوہ باقی تمام چیزوں کے صدقہ الفطر کی مقدار ہر فرد کے لیے ایک صاع ہے۔ گندم کی مقدار نصف صاع ہے۔ جبکہ بعض لوگ گندم بھی ایک صاع ہی دینے کے قائل ہیں۔ ایک صاع کا وزن ہمارے یہاں کے لحاظ سے پونے تین سیر ہوتا ہے۔

صدقۂ فطر کن لوگوں کو دی جائے گی

صدقہ الفطر کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔ البتہ اس کا غریبوں اور محتاجوں کو دینا افضل ہے، تاکہ وہ عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ صدقۂ الفطر کسے کہتے ہیں؟

۲۔ صدقہ الفطر کی اہمیت کو اپنے الفاظ میں لکھو۔

۳۔ صدقہ الفطر کی مقدار کتنی ہے؟

۴۔ صدقہ الفطر کن لوگوں کو دینا چاہیئے؟

۵۔ صدقہ الفطر کب ادا کرنا صحیح ہے؟

(ب) خالی جگہ کو مناسب الفاظ سے پُر کرو۔

صدقہ الفطر روزوں میں موجود کمیوں کو پورا کرنے..........کی پاکیزگی کے لیے ہے۔ یہ غریبوں کی مدد کے لیے دیا جاتا ہے تاکہ وہ ....کی خوشی میں ہماری طرح شریک ہوسکیں۔ اس..............کی بروقت ادائیگی سے ....کو عید کے روز ہی خوشی کے موقع پر کچھ مالی ....مل جاتی ہے۔ وہ لوگ بھی اس کے دن کے کھانے پینے کی.......... سے نجات حاصل کر مکمل طور پر ہمارے ساتھ مل کر اپنی..........کو دوبالا کرتے ہیں۔

(ج) جملوں کو درست کر کے لکھو۔

☆ صدقہ فطر جمہور سلف کے نزدیک مستحب ہے۔

☆ صدقۃ فطر صاحب نصاب مسلمانوں پر مستحب ہے۔

☆ اس بارے میں اتفاق ہے کہ صدقہ فطر رمضان کے شروع میں واجب ہوتا ہے۔

☆ یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ صدقہ فطر عیدگاہ سے واپسی کے بعد ادا کر دینا چاہیئے

سبق (۱۴)

قربانی

قربانی کی حقیقت

قربانی ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ میں اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے کیا جانے والا عظیم عمل ہے جس سے اللہ رب العزت کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: **لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ** (سورہ الحج: 37) نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، بلکہ اسے تو تمہارے دل کا تقوی پہنچتا ہے۔ اس نے اس کو تمہارے لئے اس طرح مسخر کیا ہے تاکہ اس کی بخشی ہوئی ہدایت پر تم اس کی تکبیر کرو اور نیک لوگوں کو خوش خبری سنادو۔ اس کی مزید وضاحت حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ.(رواه ابن ماجه والترمذی والحاکم عن عائشة رضی الله عنها) یعنی قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالی کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں۔"

قرآن پاک میں قربانی کرنے کا حکم واضح طور پر موجود ہے۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم اور صلحاء امت کا عمل اس پر تواتر سے شاہد و بین ہے اس لیے ہر مسلمان کو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ قربانی ہر صاحب وسعت امتی پر واجب ہے۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ اللہ تعالی عنہ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **سُنَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ** (رواه الحاکم) یعنی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس کی مرضی کے مطابق اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يُبُنَى إِنِّي أَرِى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرى** (سوره الصّفت: ۱۰۲)

وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا "بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے،

ابراہیم علیہ السلام کا اس انداز سے پوچھنا کہ بیٹا میں نے یہ خواب دیکھا ہے بولو تمہاری کیا رائے

ہے؟ اور بیٹا بھی اس جلیل القدر نبی کا تھا فوراً راضی ہوگیا۔ کتنا فرماں بردار بیٹا کہ اللہ کی مرضی جان لینے کے بعد سرِ تسلیم خم کردی۔ قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ: اس نے کہا ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام برضا و رغبت اللہ کے حکم کی بجا آوری کے لئے نکل پڑے۔ اللہ فرماتا ہے:

فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَهُ أَنْ يَآبْرَاهِيمَ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَاجِ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ الْبَلَٰٓؤُا الْمُبِينُ وَفَدَيْنَهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْآخِرِينَ، سَلَٰمٌ عَلَىٰٓ إِبْرَاهِيمَ، كَذَٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (سورہ الصفت: ۱۰۳/۱۰۵)

”آخر جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کردیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرادیا اور ہم نے ندادی کہ” اے ابراہیمؑ تو نے خواب سچ کر دیکھایا۔ ہم نیکی کرنے والے کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی“ اور ہم نے ایک بڑی فدیہ دے کر بچے کو چھڑا لیا۔ اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لئے ہے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیمؑ پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے نیک بندوں میں سے تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت ہی عظیم قربانی دی کہ بہت سی دعاؤں اور تمناؤں کے بعد بڑھاپے میں بیٹا عطا ہوا اللہ تعالی کے حکم سے اسے ذبح کرنے لگے۔ ہم مسلمان بھی اسی سنت پر عمل

کرتے ہیں اگر ہمارا عمل بھی ریا کاری اور دکھاوے سے پاک ہو تو ضرور اس عمل کو اللہ قبول فرمائے گا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹے سے انسان کو کس قدر محبت ہوتی ہے کہ بیٹے کے ساتھ اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اپنے لیے جو کمال انسان کو محبوب ہوتا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ دوسرے کو ہو لیکن بیٹے کے لیے چاہتا ہے کہ ہر کمال میں مجھ سے بڑھ جائے۔ ان مقدمات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ کام کیا کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہے اس کا ثواب نہایت ہی عظیم الشان ہو گا۔ اللہ اکبر کتنا بڑا انعام ہے اور اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لطف وکرم ہے۔

قربانی شعائر اللہ میں سے ہے۔

شعائر وہ امور ہیں جن سے شان وشوکت اسلام کی ظاہر ہوتی ہے تو جیسے حج وسعی طواف وغیرہ شعائر میں سے ہیں ایسے ہی قربانی شعائر میں سے ہے کیونکہ ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ ان سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان میں شان تعبدی زیادہ ہے اور عقل کو ان میں دخل کم ہے اور ایسے افعال کا بجالانا جن میں عقل کو دخل نہ ہو یا کم ہو موجب اطاعت زائدہ وعلامت عبدیت کاملہ ہے اور جس قدر ہماری عبدیت کا ظہور ہو گا حق تعالیٰ شانہ کی عظمت کا انکشاف زائد ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔:

”وَمَنۡ يُعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ (سورہ الحج : ۳۲)

”(یہ ہے اصل معاملہ اسے سمجھ لو) اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقوی سے ہے۔“

قربانی کا واجب ہونا۔

قربانی ہر مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہے جس کی ملک میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی اصل ضرورت سے زائد موجود ہو یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھر، مکان ہوں۔ قربانی کے معاملہ میں اس پر سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ مالیت مذکورہ سے زائد گھریلو سامان ی کا مالک اگر قربانی کے دنوں سے بن گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

قربانی کی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید۔

رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قربانی کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے سو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ کیا کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی برداشت سکتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ناراضگی اسی سے ہے جس کے ذمہ قربانی واجب ہو اور وہ نہ کرے۔

مشورے اور ہدایات

☆ قربانی سے متعلق بقیہ احکامات و مسائل معلم خود بچوں کو بتادیں۔

☆ طلبہ و طالبات میں قربانی کی روح پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ قربانی کیا ہے؟ اس کی دلیل قرآن سے دو۔

۲۔ قربانی کی حکمت کیا ہے؟

۳۔ قربانی کس بنی کی سنت ہے؟

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں کیا دیکھا تھا؟

۵۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے باپ کی بات کیا جواب دیا؟

۶۔ حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے واقعہ سے تم کو کیا سبق ملا؟

۷۔ شعائر کا مطلب کیا ہے؟ اس کے لئے دلیل پیش کرو۔

۸۔ قربانی کرنا کس پر واجب ہے؟

۸۔ قربانی کی وسعت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر اللہ کے رسول ﷺ نے کیا وعید سنائی ہے؟

(ب) خالی جگہ کو مناسب الفاظ سے پُر کرو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ .... سے انسان کو کس قدر............ ہوتی ہے کہ بیٹے کے ساتھ اپنے............ سے زیادہ............ ہوتی ہے اپنے لیے جو............ انسان کو............ ہوتا ہے وہ ہرگز نہیں............ کہ دوسرے کو ہو لیکن............ کے لیے چاہتا ہے کہ ہر............ میں مجھ سے بڑھ جائے۔

سبق (۱۵)

لباس

اللہ نے انسان کی ہر ضرورت کا خاص لحاظ رکھا ہے۔حتیٰ کہ اس کے زیب و زینت کے لئے لباس کا بندوبست کیا۔جس کو زیب تن کر کے انسان اپنی ستر پوشی بھی کرتا ہے، گرمی، سردی کی تکالیف سے بھی محفوظ رہتا ہے اور یہ اس کے لئے زینت بھی ہے۔ایک مہذب انسان لباس ایسا زیب تن کرتا ہے جو شرم و حیا، غیرت و شرافت اور پورے جسم کی ستر پوشی اور حفاظت کے تقاضوں پورا کرتا ہو۔جس سے تہذیب و سلیقہ اور زینت و جمال کا اظہار بھی ہو۔لباس اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، انسان کی فطری خواہش اور پیدائشی ضرورت ہے جو پہلے ہی دن سے اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس عظیم نعمت پر احسان جتلایا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ

(سورہ الاعراف: ۲۶)

''اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا ہے جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے، بدن کے لئے زینت کا باعث ہے اور تقوی کا لباس بہتر ہے۔'' (اعراف-۲۶)

لباس انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اس کے دو بنیادی مقصد کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے (۱) ستر پوشی (۲) آرائش بدن۔ ریش دراصل پرندے کے پروں کو کہتے ہیں۔ پرندے کے پر اس کے لئے حسن و جمال کا بھی ذریعہ ہیں اور جسم کی حفاظت کا بھی۔ عام استعمال میں ریش کا لفظ جمال وزینت اور عمدہ لباس کے لئے بولا جاتا ہے۔

لباس کا مقصد زینت و آرائش اور موسمی اثرات سے حفاظت بھی ہے لیکن اولین مقصد قابل شرم حصوں کی ستر پوشی ہے۔ خدا نے شرم و حیا انسان کی فطرت میں پیدا فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے جنت کا لباس فاخرہ اتر گیا تو جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپنے لگے۔ اس لئے اپنے لباس میں اس مقصد کو سب سے مقدم سمجھئے اور ایسا لباس منتخب کیجیے ،جس سے ستر پوشی کا مقصد بہ خوبی پورا ہو سکے۔ ساتھ ہی اس کا اہتمام رہے کہ لباس موسمی اثرات سے جسم کی حفاظت کرنے والا بھی ہو اور ایسا سلیقے کا لباس ہو، جو زینت و جمال کے ساتھ مہذب بھی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اس کو پہن کر کوئی عجوبہ یا کھلونا بن جائیں اور لوگوں کی ہنسی اور دل لگی کا موضوع مہیا ہو جائے۔

بہترین لباس تقوی کا لباس ہے۔ تقویٰ کے لباس سے باطنی پاکیزگی بھی مراد ہے اور ظاہری پرہیز گاری کا لباس بھی۔ یعنی ایسا لباس پہنے، جو شریعت کی نظر میں پرہیز گاروں کا لباس ہو، جس سے کبر و

غرور کا اظہار نہ ہو، جو نہ عورتوں کے لیے مردوں سے مشابہت کا ذریعہ ہو اور نہ مردوں کے لیے عورتوں سے مشابہت کا۔ اسی طرح وہ لباس جو کسی خاص مذہب کی پہچان ہو۔ اسے بھی پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ ایسا لباس ہو، جس کو دیکھ کر محسوس ہو سکے کہ لباس پہننے والا کوئی خدا ترس اور بھلا انسان ہے اور عورتیں لباس میں ان حدود کا لحاظ کریں، جو شریعت نے ان کے لیے مقرر کی ہیں اور مرد ان حدود کا لحاظ کریں، جو شریعت نے ان کے لیے مقرر کی ہیں۔

نیا لباس پہنیں تو کپڑے کا نام لے کر خوشی کا اظہار کیجیے کہ خدا نے اب اپنے فضل و کرم سے یہ کپڑا عنایت فرمایا۔ اور شکر کے جذبات سے سرشار ہو کر نیا لباس پہننے کی وہ دعا پڑھیے، جو نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا، عمامہ، کرتا یا چادر پہنتے تو اس کا نام لے کر فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ کَسَوْتَنِیْهِ، أَسْأَلُکَ خَیْرَهُ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ. (ابوداؤد)

''خدایا تیرا شکر ہے تو نے مجھے یہ لباس پہنایا۔ میں تجھ سے اس کے خیر کا خواہاں ہوں اور میں اپنے آپ کو تیری پناہ میں دیتا ہوں، اس لباس کی برائی سے اور اس کے مقصد کے اس برے پہلو سے، جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے۔''

دعا کا مطلب یہ ہے کہ خدایا تو مجھے توفیق دے کہ میں تیرا بخشا ہوا لباس انھی مقاصد کے لیے

استعمال کروں، جو تیرے نزدیک پاکیزہ مقاصد ہیں۔ مجھے توفیق دے کہ میں اس سے اپنی ستر پوشی کر سکوں اور بے شرمی، بے حیائی کی باتوں سے اپنے ظاہر و باطن کو محفوظ رکھ سکوں اور شریعت کے حدود میں رہتے ہوے میں اس کے ذریعے اپنے جسم کی حفاظت کر سکوں اور اسکو زینت و جمال کا ذریعہ بنا سکوں، کپڑے پہن کر نہ تو دوسروں پر اپنی بڑائی جتاؤں، نہ غرور اور تکبر کروں اور نہ تیری اس نعمت کو استعمال کرنے میں شریعت کی ان حدود کو توڑ دوں، جو تو نے اپنے بندوں اور بندیوں کے لیے مقرر فرمائی ہیں۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر جو شخص نئے کپڑے پہنے اگر وہ گنجائش رکھتا ہو تو اپنے پرانے کپڑے کسی غریب کو
خیرات میں دے دے۔ اور نئے کپڑے پہنتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِی مَا اُوَارِی بِهِ عَوْرَتِی وَ اَتَجَمَّلُ بِهِ فِی حَیَاتِی

''ساری تعریف اور حمد اس خدا کے لیے ہے، جس نے مجھے یہ کپڑے پہنائے، جس سے میں اپنی ستر پوشی کرتا ہوں اور جو اس زندگی میں میرے لیے حسن و جمال کا بھی ذریعہ ہے۔" جو شخص بھی نیا لباس پہنتے وقت یہ دعا پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اس کو زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اپنی حفاظت اور نگرانی میں رکھے گا۔ (ترمذی)

کپڑے پہنتے وقت سیدھی جانب کا خیال رکھیے، قمیص، کرتہ، شیروانی اور کوٹ وغیرہ پہنیں تو پہلے سیدھی آستین پہنیں اور اسی طرح پائجامہ وغیرہ پہنیں تو پہلے سیدھے پیر میں پائینچہ ڈالیے۔ نبی اکرم ﷺ جب قمیص پہنتے تو پہلے سیدھا ہاتھ سیدھی آستین میں ڈالتے اور پھر الٹا ہاتھ الٹی آستین میں ڈالتے۔ اسی

طرح جب آپ جوتا پہنتے تو پہلے سیدھا پاؤں سیدھے جوتے میں ڈالتے پھر الٹا پاؤں الٹے جوتے میں ڈالتے اور جوتا اتارتے وقت پہلے الٹا پاؤں جوتے میں سے نکالتے پھر سیدھا پاؤں نکالتے۔

کپڑے پہننے سے پہلے ضرور جھاڑ لیجیے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی موذی جانور رہو اور خدانخواستہ کوئی ایذا پہنچائے۔ نبی ﷺ ایک بار ایک جنگل میں اپنے موزے پہن رہے تھے۔ پہلا موزہ پہننے کے بعد جب آپ نے دوسرا موزہ پہنے کا ارادہ فرمایا تو ایک کوا جھپٹا اور وہ موزہ اٹھا کر اڑ گیا اور کافی اوپر لے جا کر اسے چھوڑ دیا۔ موزہ جب اونچائی سے نیچے گرا تو گرنے کی چوٹ سے اس میں سے ایک سانپ دور جا پڑا۔ یہ دیکھ کر آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور ارشاد فرمایا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جب موزہ پہنے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔'' (طبرانی)

سفید لباس مردوں کے لیے پسندیدہ ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ سفید کپڑے پہنا کرو۔ یہ بہترین لباس ہے۔ سفید کپڑا ہی زندگی میں پہننا چاہیے اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہیے۔'' (ترمذی) ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "سفید کپڑے پہنا کرو۔ اس لیے کہ سفید کپڑا زیادہ صاف ستھرا رہتا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔'' زیادہ صاف ستھرا رہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر اس پر ذرا سا داغ دھبہ بھی لگے تو فوراً محسوس ہو جائے گا اور آدمی فوراً دھو کر صاف کر لے گا اور اگر کوئی رنگین کپڑا ہوگا تو اس پر داغ دھبہ جلد نظر نہ آسکے گا اور جلد دھونے کی طرف توجہ نہ ہوسکے گی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ سفید لباس پہنا کرتے تھے یعنی آپ نے خود بھی سفید لباس پسند کیا اور امت کے مردوں کو بھی اس کے پہننے کی ترغیب دی۔

پائجامہ اور لنگی وغیرہ ٹخنوں سے اونچا رکھیے۔ جو لوگ غرور و تکبر میں اپنا پائجامہ اور لنگی وغیرہ لٹکا لیتے ہیں۔ نبی کی نظر میں وہ ناکام اور نامراد لوگ ہیں اور سخت عذاب کے مستحق ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ ان کو پاک وصاف کر کے جنت میں داخل کرے گا بلکہ ان کو انتہائی دردناک عذاب دے گا، حضرت ابوذر غفاری نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ ناکام ونامراد لوگ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ایک وہ جو غرور اور تکبر میں اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو احسان جتاتا ہے اور تیسرا وہ شخص ہے، جو جھوٹی قسموں کے سہارے اپنی تجارت کو چمکانا چاہتا ہے۔ (مسلم)

مرد ریشمی کپڑا نہ پہنیے، یہ عورتوں کا لباس ہے اور نبی ﷺ نے مردوں کو عورتوں کا سا لباس پہننے اور ان کی سی شکل وصورت بنانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ریشمی لباس نہ پہنو کہ جو اس کو دنیا میں پہنے گا وہ آخرت میں اس کو نہ پہن سکے گا۔ (بخاری، مسلم)

عورتیں ایسے باریک کپڑے نہ پہنیں، جس میں سے بدن جھلکے اور نہ ایسا چست لباس پہنیں، جس میں سے بدن کی ساخت اور زیادہ پرکشش ہو کر نمایاں ہو اور وہ وہ کپڑے پہن کر بھی ننگی نظر آئیں۔ نبی ﷺ نے ایسی آبرو باختہ عورتوں کو عبرتناک انجام کی خبر دی ہے۔

وہ عورتیں بھی جہنمی ہیں، جو کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں، دوسروں کو رجھاتی ہیں اور خود دوسروں پر رجھتی ہیں۔ ان کے سر ناز سے بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ٹیڑھے ہیں، یہ عورتیں نہ

جنت میں جائیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی۔ درآں حالے کہ جنت کی خوشبو بہت دور سے آتی ہے۔‘‘ (ریاض الصالحین)

تہبند اور پائجامہ پہننے کے بعد بھی ایسے انداز سے لیٹنے اور بیٹھنے سے بچیں جس میں بدن کھل جانے یا نمایاں ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ لباس میں عورتیں اور مرد ایک دوسرے کا سا رنگ ڈھنگ نہ اختیار کریں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے، جو عورتوں کا سا رنگ ڈھنگ اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے، جو مردوں کا سا رنگ ڈھنگ اختیار کریں۔‘‘ (بخاری)

دوپٹہ اوڑھے رہنے کا اہتمام رکھیں اور اس سے اپنے سر اور سینے کو ڈھانپ لیں، سر کے بال چھپائے رکھیں۔ دوپٹہ ایسا باریک نہ اوڑھیں، جس سے سر کے بال نظر آئیں۔ دوپٹے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس سے زینت کو چھپایا جائے۔ قرآن پاک میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ (النور: ۳۱)

اور اپنے سینوں پر اپنے دوپٹوں کے آنچل ڈالے رہیں‘‘ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا تو عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑ کر موٹے کپڑے چھانٹے اور ان کے دوپٹے بنائے۔ (ابوداؤد) ایک بار نبی ﷺ کے پاس مصر کی بنی ہوئی باریک ململ آئی۔ آپ نے اس میں سے کچھ حصہ پھاڑ کر دحیہ کلبی کو دیا اور فرمایا اس میں سے ایک حصہ پھاڑ کر تم اپنا کرتہ بنالو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لیے دے دو۔ مگر ان سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگالیں تاکہ جسم کی ساخت اندر سے نہ جھلکے۔ (ابوداؤد)

لباس ہمیشہ اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق پہنئے۔ نہ ایسا لباس پہنئے، جس سے فخر ونمائش کا اظہار ہو اور آپ دوسروں کو حقیر سمجھ کر اترائیں اور اپنی دولت مندی کی بے جا نمائش کریں اور نہ ایسا لباس پہنے، جو آپ کی وسعت سے زیادہ قیمتی ہو اور آپ فضول خرچی کے گناہ میں مبتلا ہوں اور نہ ایسے شکستہ حال بنے رہیں کہ ہر وقت آپ کی صورت سوال بنی رہے اور سب کچھ ہونے کے باوجود آپ محروم نظر آئیں۔ بلکہ ہمیشہ اپنی وسعت وحیثیت کے لحاظ سے موزوں باسلیقہ اور صاف ستھرے کپڑے پہنئے۔

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میرا لباس نہایت عمدہ ہو۔ سر میں تیل لگا ہوا ہو۔ جوتے بھی نفیس ہوں، اسی طرح اس نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ اس نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ میرا کوڑہ بھی نہایت عمدہ ہو۔ نبی کریم ہے اس کی گفتگو سنتے رہے پھر فرمایا: ''یہ ساری ہی باتیں پسندیدہ ہیں اور خدا اس لطیف ذوق کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے۔'' (مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ کیا یہ تکبر اور غرور ہے کہ میں نفیس اور عمدہ کپڑے پہنوں، آپ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ یہ تو خوبصورتی ہے اور خدا اس خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ (ابن ماجہ)

پہننے اوڑھنے اور بناؤ سنگار کرنے میں بھی ذوق اور سلیقے کا پورا پورا خیال رکھیے۔ گریبان کھولے کھولے پھرنا، اُلٹے سیدھے بٹن لگانا۔ ایک پائینچے چڑھانا اور ایک نیچا رکھنا۔ اور ایک جوتا پہنے پہنے چلنا یا الجھے ہوئے بال رکھنا، یہ سب ہی باتیں ذوق اور سلیقے کے خلاف ہیں۔

سرخ اور شوخ رنگ، زرق برق پوشاک اور نمائشی سیاہ اور گیروا کپڑے پہننے سے بھی پرہیز

کیجیے۔ سرخ اور شوخ رنگ اور زرق برق پوشاک عورتوں ہی کے لیے مناسب ہے اور ان کو بھی حدود کا خیال رکھنا چاہیے۔ رہے نمائش کے لیے چوڑے جوڑے یا سیاہ اور گیروا جوڑے پہن کر دوسروں کے مقابل میں اپنی برتری دکھانا اور اپنا امتیاز جتانا تو یہ سراسر کبر وغرور کی علامت ہے۔ اسی طرح ایسے عجیب وغریب اور مضحکہ خیز کپڑے بھی نہ پہنئے، جس کے پہننے سے آپ خواہ مخواہ عجوبہ بن جائیں اور لوگ آپ کو ہنسی اور دل لگی کا موضوع بنالیں۔

ہمیشہ سادہ، باوقار اور مہذب لباس پہنئے اور لباس پر ہمیشہ اعتدال سے خرچ کیجیے۔ لباس میں عیش پسندی اور ضرورت سے زیادہ نزاکت سے پرہیز کیجیے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: عیش پسندی سے دور رہو، اس لیے کہ خدا کے پیارے بندے عیش پرست نہیں (مشکوۃ)
صحابہ کرام ایک دن بیٹھے دنیا کا ذکر فرما رہے تھے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ لباس کی سادگی ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔"

(ابوداؤد)

خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ان ناداروں کو بھی پہنائے، جن کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے کچھ نہ ہو، نبی ﷺ کا ارشاد ہے" جو شخص کسی مسلمان کو کپڑے پہنا کر اس کی تن پوشی کرے گا تو خدا تعالیٰ قیامت کے روز جنت کا سبز لباس پہنا کر اس کی تن پوشی فرمائے گا۔" (ابوداؤد) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی مسلمان نے اپنے مسلمان بھائی کو کپڑے پہنائے تو جب تک وہ کپڑے پہننے والے کے بدن پر رہیں گے پہنانے والے کو خدا اپنی نگرانی اور حفاظت میں رکھے گا۔ (ترندی)

اپنے ان نوکروں اور خادموں کو بھی اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنائے، جو شب و روز آپ کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا لونڈی اور غلام تمھارے بھائی ہیں، خدا نے ان کو تمھارے قبضے میں دے رکھا ہے۔ پس تم میں سے، جس کسی کے قبضہ و تصرف میں خدا نے کسی کو دے رکھا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کو وہی کھلائے، جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے ویسا ہی لباس پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس پر کام کا اتنا ہی بوجھ ڈالے، جو اس کی طاقت سے زیادہ نہ ہو اور اگر وہ اس کام کو نہ کر پا رہا ہو تو خود اس کام میں اس کی مدد کرے۔" (بخاری، مسلم)

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ لباس کا کیا مقصد ہے؟ اس کے دو مقاصد بیان کیجئے۔

۲۔ بہترین لباس کون سا ہے؟

۳۔ نیا کپڑا پہننے کی دعا اور اس کا ترجمہ لکھو۔

۴۔ کپڑا پہنتے وقت کن باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

۵۔ حضورﷺ نے سفید کپڑا کیوں پہننے کو کہا ہے؟

۶۔ جو لوگ ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکا کر پہنتے ہیں ان کا کیا انجام ہوگا؟

۷۔ عورتوں کو کس طرح کا کپڑا پہننے سے منع کیا گیا ہے؟

۸۔ دوپٹہ کے بارے میں رسول اللہﷺ کا کیا ارشاد ہے؟

۹۔ کس رنگ کا کپڑا مرد کے لئے پہننا منع ہے؟

۱۰۔ لباس کے سلسلے میں کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کرو۔

پہننے..........اور بناؤ سنگار کرنے میں بھی..........اور سلیقے کا پورا پورا..........رکھیے۔ گریبان کھولے کھولے پھرنا، اُلٹے ....بٹن لگانا۔ ایک .... چڑھانا اور ایک نیچا رکھنا۔ اور ایک

......پہنے پہنے چلنا یا الجھے ہوئے بال رکھنا، یہ سب ہی باتیں............اور سلیقے کے...... ہیں۔

(ج) ذیل کے جملوں کو صحیح کر کے دوبارہ لکھو۔

۱۔ زرق برق پوشاک مردوں ہی کے لیے مناسب ہے۔

۲۔ ہمیشہ سادہ، باوقار اور مہذب لباس نہ پہنئے۔

۳۔ لباس پر ہمیشہ اعتدال سے خرچ نہ کیجیے۔

۴۔ لباس ہمیشہ اپنی وسعت اور حیثیت سے بڑھ کر پہنئے۔

۵۔ کالا لباس مردوں کے لیے پسندیدہ ہے۔

۶۔ پائجامہ اور لنگی وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچا رکھیے۔

۷۔ نیا لباس پہنیں تو کپڑے کا نام لے کر غم کا اظہار کیجیے۔

۸۔ لباس اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت نہیں ہے۔

(د) درج ذیل عبارت کو بغور پڑھ کر اسی سے متعلق تین سوالات تیار کرو اور ان کے جواب بھی لکھو۔

خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ان ناداروں کو بھی پہنائے، جن کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے کچھ نہ ہو، نبی ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص کسی مسلمان کو کپڑے پہنا کر اس کی تن پوشی کرے گا تو خدا تعالیٰ قیامت کے روز جنت کا سبز لباس پہنا کر اس کی تن پوشی فرمائے گا۔" (ابوداؤد) اور آپ ﷺ نے یہ

بھی فرمایا کہ کسی مسلمان نے اپنے مسلمان بھائی کو کپڑے پہنائے تو جب تک وہ کپڑے پہننے والے کے بدن پر رہیں گے پہنانے والے کو خدا اپنی نگرانی اور حفاظت میں رکھے گا۔ (ترمذی)

(ہ) کپڑے کے ضرورتمند لوگوں کے لئے تم نے کچھ کیا ہو تو اس واقعہ کو لکھو۔

سبق (١٦)

تجارت

اسلام میں تجارت کو نہ صرف جائز بلکہ بہت بڑی فضیلت اور اہمیت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ:275) یہ آیت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ کاروبار اور تجارت کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ شریعت کی حدود میں ہو اور اس میں سود یا دھوکہ دہی جیسے حرام عمل کی شمولیت بالکل نہ ہوں۔ قرآن و حدیث میں تجارت کو ایک جائز اور بابرکت عمل قرار دیا گیا ہے اور اسے معاشی استحکام کے حصول، لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے اور رزق کی وسعت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ تجارت رسول ﷺ کی سنت بھی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اجمعین کا خاص کاروبار اور ذریعۂ معاش بھی۔ یہ رزق میں برکت کا باعث ہے اور اسلام کی دعوت اور نشر و اشاعت کا اہم وسیلہ بھی ہے۔ مسلمان جہاں تعلیم کی طرف توجہ دیتے ہیں وہیں انہیں تجارت کو ذریعۂ معاش بنانے

کی ضرورت بھی ہے۔اس میں اسلامی اصول کو سامنے رکھ کر اگر تجارت کی جائے تو یہ اللہ سے قربت کا ذریعہ اوراس کے بندوں سے محبت کی ایک سیڑھی بھی ہے۔ جوقوم تجارت کو اپنا پیشہ نہیں بناتی وہ تاجروں کا غلام ضرور بن جاتی ہے۔

تجارت کے فوائد

تجارت سے فرداور معاشرے دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔فرد کی معاشی حالت بہتر ہوتی ہے اوراس کی روزی میں برکت آتی ہے، جبکہ معاشرتی سطح پر بھی لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور روزگار کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔انسان اپنی ضرورت کے لئے دوسروں کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ وہ خود ہی اپنی روزی اور روٹی کا انتظام کر لیتا ہے۔کمائی اور اپنی معاش کی فکر میں لگے رہنا ہی وقت کا بہترین استعمال ہے۔ بیکار رہنا اور وقت ضائع کرنا یہ گناہ کے دروازہ کو کھول دیتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: عافیت کے دس حصے ہیں،نو حصے طلب معیشت میں ہیں اور ایک حصہ باقی دوسری چیزوں میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی تجارت کے لئے مدینہ منورہ میں ایک بازار قائم فرمایا تھا۔جس میں مدینہ کی معیشت و تجارت کو یہودیوں کی چالاکیوں سے کی گئی خرد برد سے بچانا مقصود تھا۔آپ ﷺ نے مستقل طور پر بازار کے متعلق احکام نافذ کئے۔تمام تر شرعی امور کو ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی۔مسلمانوں کے بازاروں میں تمام حرام اشیاء کے خرید وفروخت کو ممنوع قرار ادیا۔خود بازار کی نگرانی فرماتے۔ سامان تجارت کی قیمتیں متعین کرنے میں چھوٹ اور مناسب آزادی کو برقرار رکھنے کی تاکید فرمائی۔تجارت کو اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا ذریعہ مسلمان تاجر کو بنانا ہے۔

معاشرتی فوائد

تجارتی سرگرمیاں لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہیں، مختلف قسم کے لوگوں میں روابط استوار کرتی ہیں اور معاشرتی تعاون کو فروغ دیتی ہیں۔ اسلام میں تجارت کو ایک اہم معاشی سرگرمی کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔۔ تجارت نہ صرف فرد کی مالی حالت کو بہتر کرتی ہے بلکہ معاشرتی سطح پر بھی فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ مالدار لوگ ناداروں کے کام آتے ہیں۔ ان کی خوشحالی کا سبب بنتے ہیں۔ انسان کی انفرادی زندگی میں بھی غنا کی کافی اہمیت ہے۔ اس سے انسان ذہنی طور پر پرسکون رہتا ہے اور پوری عزت اور وقار کے ساتھ اپنی اور اہل وعیال کی زندگی کو گزارتا ہے۔ اسی طرح قومی اور اجتماعی طور پر بھی مالداری ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ وہ اپنے مسائل خود حل کرتی ہے اور ایک باعزت قوم کی طرح دنیا میں اپنی زندگی گزارتی ہے۔ دوسرے لوگ بھی عزت کی نگاہ سے انہیں دیکھتے ہیں۔ اللہ کی بھی یہی مرضی ہے کہ لوگ خود کفیل ہو کر زندگی گزاریں۔ قرآن مجید میں کم از کم ۳۲ جگہوں پر زکوۃ نکالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے ۶۱ جگہوں پر صدقات کی ترغیب یا اس کے تعریف پر بات آئی ہے۔ مگر کہیں بھی کوئی ایسی آیت ملتی ہو جس میں زکوۃ لینے اور صدقہ لینے کی طرف ترغیب دی گئی ہو۔ ان باتوں سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ اللہ کی مرضی یہی ہے کہ مسلمان جائز طریقہ سے اپنے آپ کو زکوۃ ادا کرنے والا اور صدقات ادا کرنے والا بنائے۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے۔ حلال طریقہ سے مال حاصل کرنا اور صحیح راستہ میں خرچ کرنا اسلام کے عین مطابق ہے اور پسندیدہ عمل بھی ہے۔ بہت سارے حقوق مال سے متعلق ہیں۔ اسی لئے رسول ﷺ نے فقر اور محتاجی کے متعلق فرمایا: یہ

ایسی چیز ہے جو بعض دفعہ انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

تجارت میں سچائی اور ایمانداری کی اہمیت

اسلام میں تجارت کے حوالے سے سچائی اور ایمانداری کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تاجر قیامت کے دن شہید کے درجہ میں ہوگا اگر وہ سچ بولتا ہو اور انصاف کے ساتھ تجارت کرتا ہو۔''(ابن ماجہ)

اسلام میں تجارت کے دوران جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، یا کسی کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔ تجارت میں بھی سچائی، امانت داری، اور اخلاقی اقدار کو اہمیت دی جاتی ہے۔ عام طور پر حرام کمائی میں اس کے حصول میں مشقت اور پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی اور اس میں آمدنی بھی بہت ہوتی ہے۔مگر جو لوگ مزدوری کرتے ہیں اپنی دوکان چلاتے ہیں، محلوں اور گاؤں میں گھوم کر بیچتے ہیں ان کی کمائی حلال ہے اور مشقت بھی زیادہ ہے۔حلال کمائی میں مشقت زیادہ ہے۔چاہیئے کہ اس مشقت کو برداشت کرلیں مگر حرام کی طرف بالکل نہ جائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: حلال کمائی میں جو مشقت اور پریشانی اٹھاتا ہے ،اللہ اسے محبت کی نگاہ سے دیکھ کر اس سے خوش ہوتا ہے۔

تجارت کے ذریعہ رزق کی وسعت

اسلام میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے اور جو شخص محنت کرتا ہے، اللہ اس کو

رزق میں برکت دیتا ہے۔حدیث میں ہے: ''جس شخص نے روزی کے لئے سچی نیت سے کاروبار کیا، اللہ اس کے رزق میں برکت دے گا۔" (صحیح مسلم) اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محنت اور ایمانداری کے ساتھ کی جانے والی تجارت انسان کی روزی میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔

تجارت سے متعلق اسلامی تعلیمات

خرید وفروخت کے لئے ضروری ہے کہ باہم رضامندی سے ہو۔ رضامندی ایک قلبی فعل ہے اس کی ظاہری شکل ہے کہ ایجاب اور قبول ہو۔ ایجاب وقبول کے لئے ضروری ہے ان کے درمیان زیادہ فصل نہ ہو، سامان کی قیمت میں ایجاب وقبول میں موافقت ہو اور ایجاب وقبول فعل ماضی کے صیغہ سے کیا گیا ہو۔ جیسے بیچنے والا کہے کہ میں نے بیچا اور خریدنے والا کہے کہ میں نے خریدا۔

خرید وفروخت کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ معاملہ کرنے والا عاقل اور باشعور ہو۔ پاگل، نشے یا بے ہوشی کی حالت میں نہ ہو۔ اسی طرح مال کا حلال اور پاک ہونا، قابل انتفاع ہونا، معاملہ کرنے والے کا اس کا مالک ہونا، اسے حوالے کرنے پر قادر ہونا، اس کی مقدار و معیار معلوم ہونا اور سامان پر بیچنے والے کا قبضہ ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ خرید فروخت کے وقت گواہ بنا لیا جائے۔

تجارت کرتے ہوئے چند امور ہیں جن سے شریعت اسلامی نے روکا ہے۔ خرید وفروخت کرتے وقت تیسرے آدمی کا مداخلت کرنا یا کسی سے معاملات کرتے ہوئے اگر ایک فریق سوچنے کا وقت لے اور اسی وقفہ میں اس سامان کی قیمت بڑھا کر پہلے سے معاملات ختم کرنے کے لئے کہنا۔ اس کی ممانعت

ہے۔البتہ نیلامی کا معاملہ اس حکم میں شامل نہیں ہے۔ایک ہی چیز کا دولوگوں کے ہاتھ بیچنا بھی ممنوع ہے۔اسی طرح کسی سے ناحق زبردستی کر کے سودا طے کرانا بھی صحیح نہیں ہے۔ناپ تول میں کمی وبیشی کرنا، قیمت بڑھانے کے لئے زخیرہ اندوزی کرنا،حرام وحلال مال کومخلوط کرنا، بکثرت قسم کھانا، بیع غرر کرنا اور سامان کے عیب کو چھپانے سے اسلام نے منع کیا ہے۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ اسلام میں تجارت کی کیا اہمیت ہے؟

۲۔ تجارت سے معاشرہ اور فرد کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

۳۔ رسول ﷺ نے فقر اور محتاجی کے متعلق کیا فرمایا؟

۴۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی تجارت کے لئے مدینہ منورہ میں ایک بازار کیوں قائم کیا تھا؟

۵۔ قرآن مجید میں کم از کم کتنی جگہوں پر زکوۃ نکالنے کا حکم دیا گیا ہے؟

۶۔ سچائی اور ایمانداری کی تجارت میں کیا اہمیت ہے؟

۷۔ کیا تجارت کے ذریعہ سے رزق میں برکت ہوتی ہے؟

۸۔ خرید وفروخت کے لئے کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۹۔ خرید وفروخت کے صحیح ہونے کے لئے کیا ضروری ہے؟

۱۰۔ تجارت کرتے وقت کن باتوں سے شریعت اسلامی نے روکا ہے؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کرو۔

.... جہاں تعلیم کی طرف توجہ دیتے ہیں وہیں انہیں .... کو ذریعۂ معاش بنانے کی ضرورت بھی ہے۔اس میں .... کو سامنے رکھ کر اگر .... کی جائے تو یہ اللہ سے .... کا ذریعہ اور اس کے بندوں سے .... محبت کی ایک .... بھی ہے۔ جو قوم .... کو اپنا پیشہ نہیں بناتی وہ .... کی غلام ضرور بن .... ہے۔

(ج) درج ذیل عبارت کو بغور پڑھ کر اس سے متعلق تین سوالات بناؤ اور ان کے جوابات بھی لکھو۔

اسلام میں تجارت کے دوران جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، یا کسی کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔ تجارت میں بھی سچائی، امانت داری، اور اخلاقی اقدار کو اہمیت دی جاتی ہے۔ عام طور پر حرام کمائی میں اس کے حصول میں مشقت اور پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی اور اس میں آمدنی بھی بہت ہوتی ہے ۔مگر جو لوگ مزدوری کرتے ہیں اپنی دوکان چلاتے ہیں، محلوں اور گاؤں میں گھوم کر بیچتے ہیں ان کی کمائی حلال ہے اور مشقت بھی زیادہ ہے۔ حلال کمائی میں مشقت زیادہ ہے۔ چاہیئے کہ اس مشقت کو برداشت کرلیں مگر حرام کی طرف بالکل نہ جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حلال کمائی میں جو مشقت اور پریشانی اٹھاتا ہے ،اللہ اسے محبت کی نگاہ سے دیکھ کر اس سے خوش ہوتا ہے۔

سبق (۱۷)

زراعت (Agriculture)

انسانی زندگی کا ایک بہت ہی اہم شعبہ زراعت یعنی کھیتی باڑی ہے۔ جس کا تعلق شروع سے ہی انسان کی زندگی کے ساتھ گہرا ہے۔ کھیتی باڑی اور زراعت کی تاریخ بہت ہی پرانی ہے جتنی اس دھرتی پر انسان کی، اسلام میں اس پیشہ کو بڑی قدر و اہمیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ امام قرطبی کہتے ہیں کہ کھیتی باڑی کرنا فرض کفایہ ہے۔ اس لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اس کام کے لئے مجبور کرے۔ یہی حکم درخت لگانے کا بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان اگر درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور پھر اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا چوپایا کھالیتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے (مسلم ۱۵۵۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رزق کو زمین کے اندر تلاش کرو۔

یہ بات ساری دنیا جانتی ہے کہ جس طرح ریڑھ کی ہڈی کو جسم کی تمام ہڈیوں پر فوقیت حاصل ہے اسی طرح زراعت یعنی کھیتی باڑی کے پیشہ کو دیگر پیشوں پر برتری حاصل ہے۔ ہمارے تمام تر شعبوں کی ترقی کا دارو مدار زراعت پر ہے۔ زراعت کرنا سنت ہے یہ پیشہ کوئی نیا پیشہ نہیں ہے بلکہ دنیا کے سب سے پہلے انسان ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اس پیشہ کو اختیار فرما کر اس کو اہمیت کا حامل بنایا۔ ان کے بارے میں حدیث نبوی ہے'' میں تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بتاتا ہوں کہ وہ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی زراعت کے پیشہ سے منسلک رہے۔ ان کے علاوہ کئی ایک انبیائے کرام علیہم السلام نے کاشت کاری کا عمل اختیار فرمایا۔ خود حضور پاک ﷺ نے بھی ایک مقام پر کاشتکاری کی۔ علامہ سرخسی نقل کرتے ہیں کہ '' اور رسول ﷺ نے خود مقام جرف میں کاشتکاری کی ہے۔'' کیوں کہ یہ ایسا پیشہ ہے اگر اس پیشہ کو احکام خداوندی کی بجا آوری کے ساتھ کیا جائے تو یہ تقرب الٰہی کا ذریعہ بھی ہے خلق خدا کی خدمت بھی اس میں مضمر ہے۔ کیوں کہ ایک کسان دن رات کی محنت مشقت کر کے دھوپ میں جل بھن کر جو فصلیں اگاتا ہے وہ خود اس سے کم فیضیاب ہوتا ہے البتہ معاشرہ اس کی پیداوار سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہی طبقہ انسان کو بھوک و پیاس کا سامان فراہم کرتا ہے۔ روٹی، چاول، اجناس اور پھل و میوہ جات کی شکل میں ہمہ وقت انسانیت کی حیات و بقا کی خاطر وہ اپنے آپ کو تھکاتا ہے۔ نہ انھیں سردی کی کوئی پرواہ ہوتی ہے نہ گرمی کام سے روکتی ہے اور نہ آندھی طوفان ان کی راہ کے روڑے ثابت ہوتے ہیں۔

زراعت کی فضیلت

اسلام میں زراعت کوصرف ایک کاروبار نہیں بلکہ ایک عبادت سمجھا گیا ہے۔قرآن وسنت میں اس کے اخلاقی اصولوں پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ انسان نہ صرف اپنی ضروریات پوری کرے بلکہ دوسروں کی مدد بھی کرے اور زمین کا تحفظ کرے۔اسلامی طریقۂ زراعت انسانیت کے لیے فلاح و بہبود کا باعث ہے۔

خود قران کریم نے زراعت کی اہمیت وافادیت کو بتلانے کے لیے متعدد جگہوں پہ زراعت اور اس کے پس منظر کو ذکر کرکے اس کی فضیلت میں چار چاند لگا دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو۔اور تمہارے جانوروں کے لئے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے۔وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے۔(النحل،۱۱) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اس سے ہرے بھرے کھیت اور درخت پیدا کئے، پھر ان سے تہ بتہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے گچھے پیدا کئے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں اور انگور، زیتون، اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر ہر ایک کی خصوصیات بھی جدا جدا ہیں۔(الانعام:۹۹)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کے غلے، اجناس، پھل ومیوہ جات وغیرہ کے رنگ

برنگے مختلف انواع واقسام کا تذکرہ فرمایا ہے، یہ ساری غیر معمولی نعمتیں یہ ساری فصلیں ایک کسان ہی زراعت وکاشتکاری کے مصائب وآلام کوجھیل کرزمین سے درآمد کرتا ہے جس سے خلق خدااور پوری انسانیت مستفید ہوتی ہے۔ جس سے انسانی زندگی کی گاڑی شاہ راہ حیات پر رواں دواں ہے۔ الغرض کسان اور کاشتکار سماج اور معاشرہ کا ایک اہم جز ہے۔

اس کی فضیلت کے لئے کئی احادیث بھی مروی ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''رزق کوزمین کی پنہائیوں میں تلاش کرو'' (الجامع الصغیر للسیوطی) اور ایک روایت میں یوں لکھا ہے کہ کسان اپنے رب کے ساتھ تجارت کرتا ہے۔ زراعت وفلاحت کو اتنا پسندیدہ عمل گردانا گیا ہے کہ کسان اگر کاشتکاری کرتا ہے، پودا لگاتا ہے، اس سے پرندے، انسان یا جانور کھاتے ہیں تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوتا ہے۔

ملک کی ترقی کا راز کسانوں، مزدوروں کے مفادات کے تحفظ میں پنہاں ہے، کسی ملک کی حیرت انگریز فلاح وبہبود کے لیے فلاحت وزراعت کی قدر کرنا از حد ضروری ہے۔ کسانوں کی محنت کو رائگاں کرنا ملک کو تنزلی کے گڑھے میں ڈالنا ہے . ملک کی رونق کسانوں کی جد وجہد پر منحصر ہے۔ ملک کی صنعتی ارتقا کا دارومدار بھی زرعی ارتقا پر ہے، کیوں کہ صنعتی شعبہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے یہی شعبہ خام مال فراہم کرتا ہے . یہی وہ شعبہ ہے جس کے ذریعہ کوئی بھی ملک زرمبادلہ حاصل کرتا ہے . اگر کسی ملک کے زراعت کا شعبہ کمزور ہو تو وہ ملک کثیر رقم کے عوض دوسرے ملکوں سے اناج حاصل کرتے ہیں. جس سے اس ملک کی معیشت پر دباو پڑتا ہے . لہذا صاحب اقتدار کو کسانوں کی سرگرمیوں

کا احترام کر کے ان کی مانگ کو پوری کرنا ضروری ہے۔

اس زمانے میں کوئی بھی عقل مند ذی شعور انسان اس کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ زراعت کی ترقی کے بغیر کوئی ملک ترقی نہیں حاصل کر سکتا۔ اس کی ترقی ملک کی معاشی ترقی اور خوشحالی کی ضامن ہے۔ اس سے صنعت وتجارت اور حرفت کو خام مال میسر ہوتے ہیں۔ اسی طرح تجارت وصناعت کی ترقی کے زراعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ جن قوموں نے اس شعبہ کو اپنا وقت نہ دیا اس کو نظر انداز کیا وہ خاطر خواہ ترقی نہ کر سکی بلکہ تنزلی اور بدحالی کا شکار ہو گئی ہے۔

مشق

(الف) جواب لکھو۔

۱۔ زراعت کسے کہتے ہیں؟

۲۔ ہماری تمام تر ترقی کا دارومدار کس پر ہے اور کیوں؟

۳۔ کون سے نبی سے زراعت کی شروعات ہوئی تھی؟

۴۔ انسانیت پر کسان کیا کیا احسانات کرتا ہے؟

۵۔ قرآن زراعت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

۶۔ زراعت کی فضیلت واہمیت حدیث سے ثابت کرو۔

۷۔ ملک کی ترقی کا راز کس میں پنہاں ہیں؟

۸۔ کس قسم کی قوم تنزلی اور بدحالی کا شکار ہوتی ہے؟

(ب) خالی جگہ کو مناسب الفاظ سے پُر کرو۔

ان آیات کریمہ میں............نے قسم قسم کے غلے،............،پھل فروٹ وغیرہ کے رنگ برنگے مختلف انواع واقسام کا............فرمایا ہے، یہ ساری ....نعمتیں یہ ساری ....ایک کسان ہی زراعت وکاشتکاری کے مصائب وآلام کو............کرزمین سے درآمد کرتا ہے جس سے ....ااور پوری انسانیت .... ہوتی ہے۔ جس سے انسانی............ کی گاڑی .... پر رواں دواں

ہے۔الغرض............اور کاشتکار سماج اور............کا ایک اہم جز ہے۔

(ج) درج ذیل عبارت بغور پڑھ کر اس سے متعلق تین سوالات بناؤ اور ان کے جوابات بھی لکھو۔

انسانی زندگی کا ایک بہت ہی اہم شعبہ زراعت یعنی کھیتی باڑی ہے۔ جس کا تعلق شروع سے ہی انسان کی زندگی کے ساتھ گہرا ہے۔ کھتی باڑی اور زراعت کی تاریخ بہت ہی پرانی ہے جتنی اس دھرتی پر انسان کی، اسلام میں اس پیشہ کو بڑی قدر و اہمیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ امام قرطبی کہتے ہیں کہ کھیتی باڑی کرنا فرض کفایہ ہے۔ اس لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اس کام کے لئے مجبور کرے۔ یہی حکم درخت لگانے کا بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان اگر درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور پھر اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا چوپایا کھالیتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے (مسلم ۱۵۵۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رزق کو زمین کے اندر تلاش کرو۔